میرا پیغمبر عظیم تر ہے
(سیرت سیریز)
3

عظیم مُعلِّمِ انسانیّت

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظیم معلّم انسانیت ﷺ

استاذہ نگہت ہاشمی

عظیم معلّم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : عظیم معلّم انسانیت ﷺ

مُصنّفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : اپریل 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون: 042-7060578-70605[illegible]

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ، فون: 041 - 872 1851

بہاولپور : 7A، عزیز بھٹی روڈ ماڈل ٹاؤن اے، فون: 062 - 2875199

2885199، فیکس: 062 - 2888245

ملتان : 888/G/1، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی، بوسن روڈ، گلگشت

فون: 061 - 6223646 6220551

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمیونیکیشنز 48-B گرین مارکیٹ بہاولپور

فون نمبر: 062 - 2888245

قیمت : روپے

ابتدائیہ

اس کائنات کی معزز مخلوق انسان ہے۔انسان کو یہ مقام اور مرتبہ علم کی بدولت ملا۔
پہلے انسان آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب علم الاسماء دیا تو فرشتوں نے عاجزی کا اظہار کیا:

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

"نقص سے پاک تو آپ کی ذات ہے۔ہم تو اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھا دیا۔یقیناً آپ ہی علم رکھنے والے،حکمت والے ہیں۔" (البقرہ:32)

حقیقت یہ ہے کہ علم ایسی روشنی ہے جس سے انسان اپنی منزل کا راستہ پالیتا ہے اور جہالت کی وجہ سے وہی راستہ گم کر بیٹھتا ہے۔ ہر دور میں عرش والے نے انسانیت کے لیے وحی کی روشنی بھیجی اور ہمیشہ اس روشنی کو حرص کی ہوا نے گُل کر دیا۔جب انسانیت کے لیے آخری بار روشنی بھیجی گئی تو اس کی حفاظت کی ذمہ داری اُس نے خود اٹھالی۔یوں بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایک ایسا معلّم ملا جس کے علم کی روشنی کوئی نہیں بجھا سکتا۔انسانیت پر معلّمِ انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ انہوں نے انسانیت کو خدا شناس بنایا۔

معلّمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو انسانوں کی غلامی سے چھڑایا۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے انسان کو ایک اللہ کی غلامی کے طریقے سکھائے۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے اللہ کے آگے جوابدہی کا علم دیا۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے کتاب کے احکامات کی تعلیم دی۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے کتاب پر عمل پیرا ہونا سکھایا۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے ایمان کو قلب میں راسخ کرنا سکھایا۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے عبادت کے طریقے سکھائے۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے اخلاقِ حسنہ سکھایا۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے حقوق وفرائض کی تقسیمیں سکھائیں۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے معاشرت سکھائی۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے کمانا اور خرچ کرنا سکھایا۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے جہاں بانی کے گُر سکھائے۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے رب کی نظروں کو محسوس کرنا سکھا کر
دل کے اندر محتسب بٹھا دیا جو برائی سے روکتا ہے، بھلائی کی طرف آمادہ کرتا ہے۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے دل کی دنیا کو بدل کر رکھ دیا اور رہن سہن کے انداز بدل دیے۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے دل بدلے، معاشرہ بدلا، معیشت کے طور اطوار بدلے،
ریاست کے اصول وقوانین بدلے، بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد بدلی۔

معلّمِ انسانیت ﷺ نے انسانیت کو حیات نو عطا کی۔ ہمارا بال بال ان کے احسان میں جکڑا ہوا ہے۔ ہم پر معلّمِ انسانیت ﷺ کا یہ قرض ہے کہ ان کی تعلیمات کو عام کریں تاکہ انسانیت عدل اور امن کی گھنی چھاؤں میں آجائے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہم رسول

اللہ ﷺ کی اس دُعا کے مصداق ہو جائیں:

''اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو روشن کر دے جس نے میری بات کو سنا، اُسے یاد رکھا اور دوسروں تک پہنچایا۔'' (ترمذی:34/5)

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربّ العزت کا قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (الفتح: 28)

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اُس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے''۔

ہم دیکھتے ہیں اس آیت میں تین پہلو ہیں: پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دین کیوں بھیجا؟ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا انتظام کیوں کیا؟ اور اس ہدایت اور رہنمائی کے لئے کون سے ذرائع اختیار کئے؟

دوسری اہم بات یہ کہ ہدایت کے لئے رب العزت نے target کیا دیا؟ یہ کام کہاں تک لے جانا ہے؟ اس کام کو کہاں تک پھیلانا ہے؟

تیسری بات جو اس حوالے سے ہے وہ یہ کہ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ''اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے''۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا monitering system۔

اسی طرح سورہ الصّف میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربّ العزت کا قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا (الفتح: 28)

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے''۔

ہم دیکھتے ہیں اس آیت میں تین پہلو ہیں: پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دین کیوں بھیجا؟ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا انتظام کیوں کیا؟ اور اس ہدایت اور رہنمائی کے لئے کون سے ذرائع اختیار کئے؟

دوسری اہم بات یہ کہ ہدایت کے لئے رب العزت نے target کیا دیا؟ یہ کام کہاں تک لے جانا ہے؟ اس کام کو کہاں تک پھیلانا ہے؟

تیسری بات جو اس حوالے سے ہے وہ یہ کہ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ''اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے''۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا monitering system۔

اسی طرح سورہ الصّف میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (الصف:9)

”وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو پورے ادیان پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو“۔

یہاں سے ہمیں چوتھا پہلو ملتا ہے جو اس راستے کی رکاوٹوں کے بارے میں ہے کہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے راستے کی رکاوٹیں کیا ہوں گی؟

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

”اگرچہ مشرک ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔“

چار چیزیں ہیں جن پر ہم غور وفکر کریں گے اور پھر یہ دیکھیں گے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس فریضے کو کیسے انجام دیا۔ پہلی بات جس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے وہ ہے ’target‘۔ اللہ تعالیٰ نے جو دین دیا ہے، جو رہنمائی کی ہے، اب وہ یہ چاہتا ہے کہ سارے نظاموں، سارے ادیان پر اس کو غالب کر دے۔

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

”تاکہ وہ اسے سارے ادیان پر غالب کر دے“۔

پہلی بات جو ہم دیکھیں گے وہ یہ ہے کہ دین کیا ہے؟ دین کا مطلب کیا ہے؟ رسول کے آنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جو نظام بنایا، مثلاً سورج نکلتا ہے، غروب ہوتا ہے، دن اور رات کا نظام وجود میں آتا ہے، ہم چاہیں یا نہ چاہیں، ہم پیدا ہوتے ہیں، بڑے ہوتے ہیں، پھر اسی طرح اپنے ربّ کو جا ملتے ہیں، پیدائش سے لے کر موت تک کچھ بھی ہمارے اختیار میں نہیں۔ زندگی کا ہر دن آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور بالآخر انسان

اپنی موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے جس کے اوپر ہمارا کوئی کنٹرول نہیں۔ جیسے زندگی میں مہلت ملی ہوئی ہے، جیسے زندگی میں کھانا پینا بھی ضروری ہے، رہنے سہنے کا انتظام بھی ضروری ہے، ایسے ہی اس کے لئے اس کی خواہشات بھی ہیں اور پھر یہ کہ خواہشات کا دائرہ کتنا پھیلا ہوا ہے۔ ہمارے پاس کوئی طریقۂ زندگی ہو یا نہ ہو، یہ زندگی گزر ہی جائے گی۔ پھر آخر ہمیں اس طریقۂ زندگی کی یعنی اس دین کی ضرورت کیا ہے؟ اور دین سے مراد کیا ہے؟

میں اس کو ایک سادہ سے انداز میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ دیکھئے آپ کے اِردگرد کائنات میں کتنی چیزیں موجود ہیں مثلاً سورج ہے، چاند، تارے، galaxies، سارے ہی system۔ جتنی non-living things ہیں ان کا ایک ضابطہ مقرر ہے، اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر انہیں بتا دیا کہ تم نے اپنی زندگی میں یہ طریقۂ کار اختیار کرنا ہے۔ جب سے دنیا وجود میں آئی، جب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا، تب سے انہوں نے ایک ذرّہ برابر بھی انحراف نہیں کیا۔ وہ اس طریقے پہ چلتے چلے جا رہے ہیں اسی لئے کائنات کے کسی نظام میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اسی طرح زندہ اشیاء ہیں، مثلاً animals کو دیکھیں جیسے شیر، بکری، ہاتھی، اسی طرح پرندوں میں سے عقاب، چڑیا اسی طرح سمندری حیات کو دیکھئے، اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے جو ضابطہ مقرر کر دیا وہ اس سے نکلنے والا نہیں۔ مثلاً ہاتھی شیر کی نسبت بہت ہی بڑا جانور ہے مگر نباتات کھاتا ہے اور اس کے مقابلے میں شیر اپنے جیسے جانوروں کو پھاڑ کھاتا ہے۔ اسی طرح کھانے پینے کے اعتبار سے ہر ایک کی غذا مختلف ہے۔ آپ ہر ایک کی رہنے کی جگہ کو دیکھیں، مختلف ہے۔ جو کچھ انہوں نے زندگی میں کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے۔ ان کی زندگی کے مخصوص کام ہیں۔ انہوں نے کھانا پینا ہے، اپنے جیسے چند جاندار پیدا کرنے ہیں، اس کے علاوہ رہنے سہنے کی ضروریات کو پورا کرنا ہے اور پھر ختم ہو جانا ہے۔

اگر چہ یہی ساری خصوصیات حیوانی حیثیت سے انسان کی بھی بدنی ضروریات ہیں لیکن انسانی حیثیت سے اس کی کچھ اور ضروریات بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارا طریقۂ زندگی پیدائشی طور پر ہمیں عطا نہیں کیا، ہم اللہ تعالیٰ کے طریقۂ کار کے پابند نہیں ہیں۔ ہم جانوروں کی طرح بھی انسانی طریقۂ کار کے پابند نہیں ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے حصول کے لیے عقل عطا کی، اسے اچھے برے کا شعور عطا کیا، نیکی بدی کی تمیز عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام بھیجے، کتابیں بھیجیں تا کہ انسان اپنے فطری طریقے کے مطابق چلے۔

اللہ تعالیٰ نے شروع سے انسان سے یہ demand کی کہ وہ یہ خدمت انجام دیتا رہے لیکن انسان کا مزاج ایسا ہے کہ اس کا جی چاہے تو اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کرتا ہے اور جی نہ چاہے تو قبول نہیں کرتا اور اپنی مرضی کی زندگی گزارتا رہتا ہے۔ میں تاریخِ انسانی سے کچھ مثالیں دینا چاہتی ہوں، مثلاً فرعون کا دور تھا، لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق عمل پیرا نہیں تھے۔ پھر کیا تھا؟ ایک طبقہ تو بہت فائدہ اٹھاتا تھا اور دوسرے طبقے کی کیفیت کیا تھی؟ ان کی بیٹیاں لونڈیاں بنالی جاتی تھیں، ان کے بیٹے قتل کر دیئے جاتے تھے، سوشل جسٹس نہیں تھا، دولت کی تقسیم بھی منصفانہ نہیں تھی اور پھر آپ دیکھیں کہ فرعون اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا؟ جس کے ساتھ زیادہ دشمنی ہوتی اس کو کھجور کے تنے کے ساتھ میخیں لگا کے زندہ اس کے ساتھ گاڑ دیا جاتا یا پھر اوپر ٹانگ دیا جاتا اور ساری دنیا تماشا دیکھتی تھی اور پھر ڈر جاتی تھی کہ اگر فرعون کے خلاف زبان کھولی یا اس کے خلاف کوئی بھی کام کیا تو یہ سزا ملے گی۔ اسی وجہ سے تاریخِ انسانی میں جہاں کہیں بھی ظلم کی مثال دینا ہو، فرعونیت کی مثال دی جاتی ہے۔

بات فرعون کی ہو یا کسی اور دور کی ہو، آپ جس بھی دور کو اٹھا کر دیکھیں، انسانیت جب بھی اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف اور انسانوں کے قانون کے مطابق رہی ہے تو انسانوں

کو کبھی انصاف نہیں ملا، امن نہیں ملا، انہیں معاشی طور پر ایک جیسی جدو جہد کرنے کے مواقع نہیں ملے۔ جب کبھی لوگ کوششیں کرتے ہیں تو سب کو ایک جیسا رزق نہیں ملتا۔ اس کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن اس پر پابندی عائد کر دی جائے تو ظاہر ہے کہ نتیجہ اچھا نہیں نکلا کرتا۔

آپ یہ دیکھ لیجئے کہ اس دور میں بات صرف فرعونیوں کی نہیں، فرعون کے بعد آنے والے ادوار کے لوگوں کی بھی ہے۔ مثلاً ہم صرف اپنے طبقے کے متعلق اگر دیکھنا چاہیں کہ عورت کی کیا صورتحال تھی تو عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا تھا، اس کو انسانی رتبہ نہیں دیا جاتا تھا، اس کا کوئی انسانی حق نہیں تھا۔ نہ اس کے پاس تعلیم کا حق تھا، نہ اس کو مرد کے برابر کھانے پینے کا حق تھا، نہ پہننے اوڑھنے کا، نہ ورثے کا کوئی تصور تھا، نہ جیب خرچ کا، نہ باقی معاملات کا۔ اس کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ ازل سے لے کر آج تک دنیا کے جتنے نظام دیکھ لیں عورت کے بارے میں عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد تین وجوہات کی بنیاد پر ہے: زن، زر، زمین اور اس میں پہلے نمبر پر زن ہے یعنی عورت۔ اسی وجہ سے ہر دور میں عورت کے ساتھ ایسا امتیازی سلوک روا رکھا جاتا رہا جس کی وجہ سے عورت پستی رہی۔

اللہ کے رسول ﷺ کے عہد میں اس جہالت کی کیا صورتحال تھی کہ بیٹوں کو زندہ رکھا جاتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ وہی مرد جو عورت کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پہ رکھتا تھا، وہی اس عورت سے تعلق قائم کرتا، پھر عورت سے اولاد ہوتی تو اس کے لیے طریقہ کیا ہوتا؟ کہ چارپائی کے نیچے ایک گڑھا کھود دیا جاتا کہ بیٹا ہوگا تو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور اگر بیٹی ہوئی تو اس کو گڑھے میں پھینک دیں گے۔ یہ ایسے معاملات تھے جن کی وجہ سے انسانیت کسمپرسی کی حالت میں تھی۔ خود سوچئے رسول اللہ ﷺ کو جس دور میں بھیجا گیا صورتحال کس نوعیت کی تھی؟ عورت کو جینے کا حق نہیں تھا، اسے مال میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا اور

نہ ہی اسے پہلے درجے کا انسان سمجھا جاتا تھا، کسی بھی معاملے میں اس کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔

دوسری طرف اگر امن وامان کی صورتحال دیکھیں تو لوگ اپنے گھروں سے نکلتے تجارت کی نیت سے اور بیچ شاہراہ پر پہنچتے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا چاہتے تو قافلے لٹ جاتے، عورتوں کو قید کر کے لونڈیاں بنالیا جاتا، بچے بھی غلام بنا لیے جاتے، مردوں کو قتل کر دیا جاتا۔ انسانیت کتنی بری طرح سے suffer کر رہی تھی! اور یہ صرف اُس دور کی بات نہیں بلکہ جس دور میں بھی اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے انسانوں نے منہ موڑا تو ایسی ہی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔

آج کے دور کے حوالے سے بھی یہی معاملہ ہے۔ آج کا انسان جس کو ترقی یافتہ کہا جاتا ہے اس کی خود اپنی صورتحال دیکھیں کہ کیسی ہے؟ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں عراق کے باشندوں کے ساتھ کیا ہوا؟ آپ نے پچھلے دنوں عراق میں ہونے والی تکلیف دہ صورتحال کو ممکن ہے کہ اخبارات میں یا ٹی وی پہ observe کیا ہو۔ یہ تمام غیر انسانی رویے ہیں جو عراقیوں اور افغانیوں کے ساتھ روا رکھے گئے۔ خود امریکہ اور یورپ کے حوالے سے دیکھیں کہ نسلی تعصبات کی وجہ سے گورے کے مقابلے میں کالے کے ساتھ کس قسم کے رویے روا رکھے جاتے ہیں؟ یقیناً وہ بھی اس سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہے۔

اسلام کا تو بنیادی اصول ہی جسٹس [justice] ہے اور اسلام کے مقابلے میں جتنے نظام ہیں وہ سوشل جسٹس کی بنیاد پر قائم نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے ہمیشہ ناانصافی کا معاملہ سامنے آتا رہتا ہے۔ اسلام کے زیرِ کمان جو مسلمان علاقے تھے ان میں بھی ذمی رہے لیکن ذمیوں کے حقوق کی حفاظت اسلامی حکومت کی ذمہ داری تھی۔ ان کی عزت، ان کا مال، ان کے باقی معاملات اسلامی حکومت کی ذمہ داری تھے اور ذمیوں کے معاملے میں اللہ کے

رسول ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم ،ان کے خلفاء caring تھے۔اسی وجہ سے انہیں اس علاقے میں اپنی عبادت کی پوری پوری آزادی تھی اور اس کے بدلے میں انہیں صرف جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے بعد اس علاقے کے اندر رہتے ہوئے ان کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کی جائے گی۔

آپ یہ دیکھئے کہ اسلامی نظام جب اپنی true sense میں نافذ ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور تک پہنچتے پہنچتے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جہاں پر لوگ دوسروں کی مدد کرنے کے لیے اپنے مال سے زکوۃ نکالنے والے تو تھے لیکن لینے والا کوئی نہ تھا۔یہ اسلامی نظام نافذ ہونے کا لازمی نتیجہ ہے۔اسلام کا نظام جب بھی اپنی true sense میں نافذ ہوتا ہے تو غربت مٹ جاتی ہے،لوگوں کو انصاف ملتا ہے،رزق کمانے کے وسیع ذرائع اور وسیع سلسلے لوگوں کے سامنے ہوتے ہیں اور معاشی ناہمواریاں ختم ہوجاتی ہیں۔وہاں اگرچہ اللہ کا رسول بھی ہو قانون کی نظر میں وہ بھی V.V.I.P نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ خود کس طرح اس بات کا اظہار کرتے ہیں،اس کو ہم ایک مثال سے دیکھ سکتے ہیں۔جب حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک خاتون (جس کا نام فاطمہ تھا،جس کا تعلق مسلمانوں سے ہی تھا اور اس نے چوری کی تھی) کی سفارش رسول اللہ ﷺ سے کی تھی کہ اس کو ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دی جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

''خدا کی قسم!اگر فاطمہ بنتِ محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا''۔(صحیح بخاری:6788)

یہ اسلامی نظام ہے،جس میں آقا اور غلام کے درمیان،بادشاہِ وقت اور ایک فقیر کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ایک عام انسان بھی اُٹھ کے گریبان سے پکڑ کر اپنا حق مانگ سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بدو اپنے دو اونٹ لیے ہوئے آیا اور آپ ﷺ کو

گریبان سے اس طرح پکڑا کہ آپ ﷺ کی گردن پر نشان پڑ گئے اور کہنے لگا کہ مجھے مالِ غنیمت میں سے میرا حق دے دو۔ یہ بات وہ سادگی سے بھی کہہ سکتا تھا لیکن اس موقع پر آپ ﷺ کے چہرے پر کوئی ناگوار تاثر تک بھی نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے ایک اونٹ پر کھجوریں لاد دو اور دوسرے پر دوسرا سامان لاد دو۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ ﷺ میرے ساتھ کبھی بد خلقی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔

یہ بادشاہِ وقت ہے جو اپنی ذات کے لیے بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ یہ وہ سسٹم ہے جو اللہ تعالیٰ دنیا پر نافذ کرنا چاہتا ہے، جہاں ہر ایک کو اس کا حق ملے، جہاں کسی کے ساتھ زیادتی کا معاملہ نہ کیا جائے، جہاں کسی غریب کی بچی کے ساتھ بھی زیادتی ہو تو پوری حکومتی مشینری حرکت میں آجائے، جہاں ہر ایک کی عزت محفوظ ہو، جہاں ہر ایک کا مال محفوظ ہو، جہاں ہر ایک امن کی زندگی گزار رہا ہو، جہاں سوشل جسٹس ملے، جہاں انسانیت پھلے پھولے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ربّ العزت نے فرمایا:

هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ‌ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا (الفتح :28)

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے''۔

تاکہ انسانوں کے ساتھ کہیں بھی زیادتی کا معاملہ نہ ہو، تاکہ بندے جہاں کہیں بھی رہیں انصاف کے ساتھ رہیں، انہیں سکون میسر آئے، ان کے گھروں میں بھی سکون ہو، گھروں سے نکلیں تو ان کی عزت کی حفاظت ہو، حکومت اس کی محافظ ہو اور اگر کوئی اس

قانون کو توڑنے کی کوشش کرے تو عملاً ایسا نظام قائم کر دیا جائے، مجرم کو ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ وہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرنے کی جرأت نہ کرے۔

اسی حوالے سے میں ایک مثال کو سامنے رکھنا چاہتی ہوں کہ دنیا میں اس وقت اسلام عملی طور پر اپنے بھرپور انداز میں کسی ملک میں بھی نافذ نہیں لیکن اسلام کے چار پانچ قوانین ایسے ہیں جو اس وقت سعودیہ میں نافذ ہیں اور ان چار پانچ اسلامی قوانین کی بدولت ہی آپ دیکھئے چوریاں، ڈاکے، قتل و غارت گری کی وارداتیں، اغوا کے معاملات اور زنا بالجبر کے واقعات کی ratio دنیا کے so called ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ موازنہ کر کے دیکھیں کہ انسانیت کی ترقی کا جو standard آج مقرر کیا گیا ہے اس کے باوجود اس وقت امریکہ میں ہر منٹ میں کتنے قتل ہوتے ہیں؟ اور کیسا سوشل جسٹس ہے کہ قاتلوں کو ایسی سزا ہی نہیں دی جاتی جس کی وجہ سے آئندہ ان کو قتل کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اس کی وجہ سے قاتل جو ایک نفسیاتی مریض ہے، دندناتا پھرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دیکھئے کہ جہاں پر اسلام کا یہ قانون نافذ ہے کہ اگر کسی نے کسی کی جان لی ہے تو اس کے بدلے میں اس کا سر قلم کر کے رکھ دیا جائے گا۔ کوئی عورت ہو یا مرد، قانون کے مقابلے میں کسی کی سفارش نہیں چلے گی، قانون نہیں بدلے گا تو آپ دیکھئے کہ اس طرح سالہا سال گزر جاتے ہیں لیکن قتل کا کوئی واقعہ نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لیے نہیں کہ وہاں پر شاہوں کی حکومت ہے بلکہ اس لیے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کا ایک قانون نافذ ہے۔ جہاں پر اللہ کا ایک قانون نافذ ہو اس کے توسط سے ہم آج بھی compare کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ دنیا میں کتنا فرق ہے!

میں نے پچھلے دنوں محسوس کیا کہ لوگوں نے کراچی کے حالات کے پیشِ نظر کراچی آنا جانا ترک کر دیا۔ جو لوگ وہاں پہ رہتے ہیں وہ تو مصیبت میں مبتلا ہیں ہی لیکن باقی علاقوں

کے باشندے اس بات پر پریشان تھے کہ ایسی سرزمین پر کیسے جا اتریں جہاں جان بچانا مشکل ہو جائے۔

دوسری مثال ڈاکہ زنی اور چوری کے حوالے سے ہے۔ اگر دیکھنا چاہیں تو یہ اسلام کا دوسرا قانون ہے کہ جو شخص چوری کرے گا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اس کے مقابلے میں دنیا میں جہاں یہ قانون نہیں ہے وہاں چوروں کو جیلوں میں بند کیا جاتا ہے، مقدمے چلتے ہیں، پھر کبھی انہیں چودہ چودہ برس کی سزائیں ملتی ہیں اور کبھی انہیں اسی وقت چھوڑ دیا جاتا ہے۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ پھر نہ چوریاں رکتی ہیں، نہ ڈاکے رکتے ہیں جبکہ آپ دیکھیں کہ اس کے مقابلے میں اسلام جان اور مال کا تحفظ کیسے کرتا ہے؟ دنیا میں کوئی ایسا بھی ملک ہے جہاں ہندو، یہودی، عیسائی، سوشلسٹ، یا کمیونسٹ بستے ہوں اور پھر وہاں اس بنیاد پر مال کا اسلام جیسا پرامن تحفظ بھی ہو؟ اس کے مقابلے میں اسلام کو دیکھیں، اس نے کیسا مالی تحفظ فراہم کیا کہ چور کو ایسی سزا دی جائے جس کے بعد کسی کو چوری کی جرأت ہی نہ ہو۔ اس کا واضح نتیجہ بھی دیکھیں کہ سعودیہ میں جیولری شاپس تک کھلی رہیں لیکن کسی کی جرأت نہیں ہوتی کہ چوری کرلے۔ اس لیے کہ چوری جہاں ہوگی وہاں بیچ چوراہے میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور انسان کیسا symbol بن جاتا ہے، کسی کو بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ جو بھی اس کا ہاتھ کٹا ہوا دیکھے گا اسے پتہ لگ جائے گا کہ یہ چور ہے اور پھر اس کا اعتماد ہی ختم ہو جائے گا، معاشرے میں اس کا کوئی مقام ہی نہیں رہے گا۔ اسی خوف کی وجہ سے وہاں چوریاں ہی نہیں ہوتیں۔ اسی طرح مجھے بھی ایک ایسے شخص کو دیکھنے کا اتفاق ہوا جس نے چوری کی تھی اور اس کے نتیجے میں شُرطے (سپاہی) اسے پکڑ کرلے جا رہے تھے اور اس کے حلق سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسی گائے کو ذبح کرتے وقت نکلتی ہیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس نیلے آسمان تلے مجھے اللہ تعالیٰ کے قانون سے اب کوئی نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کہ کوئی سامنے پڑی

چیز کو بھی چرانے کی جرأت نہیں کرتا۔

اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک امن ہے جو قائم ہوتا ہے، جان کا حق محفوظ، مال کا حق محفوظ اور ہر کسی کی عزت بھی محفوظ۔ اسلام میں یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کی حفاظت کا بھرپور انتظام کیا گیا ہے۔ عزت پہ حرف آئے تو پھر کیا ہے؟ یعنی ایک تو یہ ہے کہ آپ کسی پہ بہتان لگادو، اگر کسی شوہر نے بہتان لگایا تو اسلامی نظام کے تحت حکم کیا ہے؟ کہ پھر میاں اور بیوی ایک چھت تلے نہیں رہ سکتے، پھر لعان ہوگا، پھر دونوں الگ الگ ہوں گے۔ اگر ایک دوسرے پہ trust نہیں تو پھر فارغ ہو جاؤ، ساری زندگی ایک دوسرے کا جینا عذاب نہیں کر سکتے اور اگر بہتان لگانے والا کوئی اور فرد ہے تو پھر اَسّی (80) کوڑوں کی سزا ہے ورنہ اس کو چار گواہوں کو لانا ہوگا۔ اگر فرض کریں کہ چار گواہیوں کے بعد کسی پر واقعی یہ جرم ثابت ہو جاتا ہے اور وہ غیر شادی شدہ ہے تو سو (100) کوڑے لگائے جائیں اور اگر شادی شدہ ہے جس کے پاس اپنے گھر کے اندر اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے ساری سہولتیں میسر ہیں تو اس کی وجہ سے اس شخص کو پھر جینے کا حق نہیں دیا جاتا، اس سے یہ حق چھین لیا جاتا ہے اور پھر اسے گولی نہیں بلکہ پتھر مار مار کر ختم کر دیا جاتا ہے تاکہ آئندہ پھر کسی اور کی جرأت ہی نہ ہو کہ وہ کسی کی بہو یا بیٹی پہ بری نظر رکھ سکے۔

دیکھئے اسلام کس طرح سے عزتوں کی حفاظت کرتا ہے! کس طرح سے ایک عفیف اور پاک دامن معاشرہ وجود میں لے کر آتا ہے! یہی وجہ ہے کہ جہاں یہ قوانین جاری ہیں وہاں کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ معاشرے میں دوسروں کی عزتوں کو خراب کرے۔ جہاں کسی دور میں بھی ایسا معاملہ ہوا تو اس کی وجہ سے امن قائم ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

"تم (مسلمانوں) پر ان کی عزتیں، مال اور جانیں حرام ہیں"۔ (مسلم:2950)

یہ تین چیزیں ہیں جن کے بارے میں اسلام بڑا ہی سخت رویہ رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست میں رہنے والا ہر فرد محفوظ ہو جاتا ہے۔ اگر دیکھیں تو انسان کو سب سے بڑا خطرہ کیا ہے؟ خطرات تو یہی تین ہیں: جان، مال، عزت۔

اس کے بعد جہاں تک رزق کا معاملہ ہے تو اگر آپ کمانے کے باوجود اپنے لیے کچھ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو اسلامی ریاست ایسے افراد کی ذمہ دار ہے جو اپنی کوشش کے باوجود مسکنت کا شکار ہیں، فقراء ہیں، معذور ہیں یا کوئی اور ایسا عذر لاحق ہے۔ اسلامی حکومت خود ان کو ذرائع زندگی مہیا کرے گی۔ یہ اسلامی معاشرہ ہے جہاں پر کوئی فرد بھوکا نہیں رہتا۔ یہ اسلامی نظام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے بھیجا اور اپنے رسولوں کے ذریعے انسانوں کو بتایا کہ دیکھو! تمہارے لیے امن اسی میں ہے۔ تم اس کے سوا کسی اور طریقۂ زندگی میں امن محسوس نہیں کر سکتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثال تو ہمارے سامنے ہے۔ ان کو اس بات کا خدشہ لاحق رہتا تھا کہ ''اگر میری ریاست میں دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو میرا ربّ مجھے معاف نہیں کرے گا، مجھے ڈر ہے کہ میرا ربّ اس بات پر مجھے پکڑ لے گا۔''

یہ جواب دہی کا احساس ہے کہ تمام معاشرے کی ذمہ داری خلیفۂ وقت پہ ہے۔ وہ responsible ہے۔ اچھی حکومت کے اُصولوں میں سے بہت اہم اُصول ذمہ داری کو براہِ راست محسوس کرنا اور قبول کرنا ہے جبکہ ہمارے ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں محکمے میں خرابی ہے، جب اس محکمے والوں سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں شہری یا ضلعی حکومت اس کی ذمہ دار ہے، ان سے بات کی جائے یا ان سے پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں محکمہ خرابی کر رہا ہے۔ خرابی جس کی بھی ہو، خلیفۂ وقت یا جو بھی بادشاہِ وقت ہو وہ اس کا ذمہ دار ہوتا ہے لیکن جب تک وہ براہِ راست ذمہ داری قبول نہیں کرتا کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

اسلام جو نظام دیتا ہے اس کے مطابق خلیفۂ وقت براہِ راست ذمہ دار ہے۔ کسی جگہ اگر کوئی بھوکا سویا تب بھی، کسی کی عزت کو خطرہ لاحق ہوا تب بھی، کسی سے مال چھنا تب بھی اور اسی طرح کسی کے ساتھ کوئی بھی زیادتی کا معاملہ پیش آیا تب بھی۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس کے تحت انسانیت کو سکون میسر آتا ہے۔ اس زمین پر اگر انسانوں کے حق میں کوئی نظام مفید ہے تو وہ فطری نظام 'اسلام' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں فرمایا:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ (الفتح:28)

"اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا"۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی نظام کے قیام کے لیے کیا اقدامات کیے؟

1۔ رسول بھیجے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک یہ رسول آتے رہے۔ انسانوں کو ان کے نظامِ زندگی کے بارے میں بتاتے رہے۔ اپنے اپنے دور کے لحاظ سے ہدایات تھیں اور جب آخری رسول محمد ﷺ آئے تو دین کو مکمل کر دیا گیا۔ اب اس کے بعد کوئی change آنے والی نہیں، کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

2۔ ہدایت (اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ہدایت دے کر بھیجا)۔

3۔ دینِ حق۔

ان تین باتوں کے حوالے سے اگر ہم غور کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کا مقام کیا ہے؟ رسول ایک guide ہے، رہنما ہے۔ اس نے جب یہ system قائم کرنا ہے تو اس کے لئے کیا کرے گا؟ لوگوں کی رہنمائی کرے گا اور رہنمائی کس ذریعے سے کرے گا؟ دینِ حق کے مطابق یعنی لوگوں کو educate کرے گا، اُن کو شعور دے گا، انہیں بتائے گا کہ کون

سا طریقہ ان کی انفرادی زندگی کے لئے درست ہے، کون سا ان کے معاشرے کے لئے اور کون سا ان کی مملکت کے لئے؟ اور پھر یہ کہ پوری زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام کس طرح نافذ ہو گا؟ یہ education دینا بنیادی طور پر رسول کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے، انتخاب ربّ کا ہے، رہنمائی ربّ کی ہے اور رسول کی تربیت کس نے کی ہے؟ خود ربّ نے یہ training کی۔

دوسری چیز ہدایت ہے۔ ہدایت سے مراد ہے رہنمائی، councelling۔ یہ تربیت اور مشاورت کا ایک پورا نظام ہے اور اس اعتبار سے جب ہم آپ ﷺ کے بارے میں دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ﷺ معلمِ انسانیت ہیں تو آپ ﷺ نے صرف چند لفظ نہیں پڑھائے، آپ ﷺ نے صرف قرآن کے الفاظ کی تعلیم نہیں دی، آپ ﷺ نے صرف ان الفاظ کی وضاحت حدیث کے ذریعے نہیں کی بلکہ آپ ﷺ نے نظامِ زندگی قائم کر کے دکھایا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ councelling and guidence system، یہ رہنمائی اور مشاورت کا نظام کیسے قائم کیا؟ کتنے اَن گھڑ تھے عرب کے لوگ؟ کس نوعیت کی تہذیب ان کے پاس تھی؟ ننگے ہو کر طواف کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے تالیاں بجانے والے، سیٹیاں بجانے والے، انسانوں کو برملا قتل کر دینے والے، پانی پر جھگڑا ہو تو انسان قتل ہو جائیں، گھوڑا باندھنے پر جھگڑا ہو تو انسان قتل ہو جائیں، 1700 جنگیں عرب کے ریکارڈ پر ہمیں ملتی ہیں اور ایک ایک جنگ برس ہا برس تک جاری رہتی اور ایک جنگ جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی آمد سے پہلے مدینہ کے لوگوں کے درمیان جاری تھی جسے جنگ بعاث کہتے ہیں، 120 برس تک جاری رہی اور اس جنگ کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی، بس کسی چھوٹی سی بات پر ایک دفعہ شروع ہوگئی، پھر دشمنیاں اتنی بڑھتی چلی گئیں کہ

معاملہ کسی کے قابو میں ہی نہ رہا۔ یہ اُس اَن گھڑ سوسائٹی کی بات ہے جس میں باپ کی چھوڑی ہوئی جائیداد تو ورثے میں ملتی ہی ہے، اس کے ساتھ ہی باپ کی منکوحہ بھی ورثے میں بیٹے کو مل جاتی ہے اور بیٹا سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتا ہے، اب ایک طرف باپ کے بچے ہیں اور دوسری طرف اپنے بچے، یہ تھا وہاں کا نظام۔ جس معاشرے میں عزتیں لٹتی تھیں، معیشت کسی کے اپنے اختیار میں ہی نہیں تھی، ہر طرف ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا، وہ جو کبھی کسی چیز پہ متفق ہی نہیں ہوئے تھے، کوئی ایک انتظامی حکومت قائم ہی نہیں تھی۔ ان لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیج دیا اور پھر کیسے رسول ﷺ نے ان کی تربیت کی، اس کو ہم سورہ الفتح کی اسی آیت کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی تعلیم ہے، آپ ﷺ کا دیا ہوا راہنمائی اور مشاورت کا نظام ہے، آپ ﷺ کے تربیت یافتہ افراد کیسے ہیں؟ ربّ العزت نے خود ان کی تعریف کی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(الفتح:29)

''محمد ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں کے لئے سخت ہیں اور آپس میں شفیق اور رحیم ہیں''۔

پہلے آپس میں کیسے تھے؟ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے تھے، ایک دوسرے کے مال لے لیتے تھے، ایک دوسرے کی بیٹیوں کی عزتیں خراب کر دیتے تھے، زبان دراز تھے، سارے ہی معاملات خراب تھے اور اب وہ کیسے ہیں؟ آپس میں شفیق اور رحیم ہیں، دین کا رشتہ ایسا محبت کا رشتہ بنا۔ ان کی نشانیاں اللہ تعالیٰ نے کیا بتائیں؟ وہ جن کا سر کسی کے آگے نہیں جھکتا تھا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اب ان کے مزاج کی شناخت کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ لوگ کیسے ہیں؟

تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ (الفتح:29)

''تم جب دیکھو گے ان کو رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ یہ ہے ان کی مثال تورات میں''۔

ہم کہاں دیکھیں گے ان کو؟ ہم نے تو نہیں دیکھا مگر رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی کتابوں میں، صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت میں دیکھ سکتے ہیں۔ ہم دیکھیں تو ہمیں بھی پتہ چل سکتا ہے کہ کیسے وہ رکوع اور سجدوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشی کی طلب میں مشغول رہتے تھے۔

چار باتیں ہیں جن میں پہلی چیز رکوع ہے۔ رکوع کس چیز کا اظہار ہے؟ جھکے ہوئے مزاج کا کہ اللہ تعالیٰ کے آگے بالکل جھکے ہوئے ہیں۔ دوسری چیز سجدہ ہے جس سے عاجزی اور انکساری کا اظہار ہوتا ہے اسی لئے شفیق اور رحیم ہیں۔ رحمت کہاں سے اُبھرتی ہے؟ سجدوں ہی سے تو اُبھرتی ہے۔ تیسری اور چوتھی چیز کیا ہے؟ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ فضل کیا ہے؟ جو بھی اللہ تعالیٰ دے دے، اللہ تعالیٰ سے ساری اُمیدیں باندھتے ہیں اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ملے اس کی تلاش میں مصروفِ عمل ہیں۔

یہ ان کے مزاج کی خصوصیات بتائی گئی ہیں جن کی ٹریننگ اللہ کے رسول ﷺ نے کی کہ سجدے کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں۔ پتہ کیا چلتا ہے کہ یہ کسی متکبر کا چہرہ نہیں ہے، یہ تو ایک عاجز، منکسر المزاج انسان کا چہرہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے کا چہرہ ہے۔ یہ آثار چہروں پر کیسے پائیں گے؟ یعنی صرف سجدے کے نشان سے نہیں بلکہ عاجزی کی وجہ سے۔ جو اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے، اس کے مزاج کے اندر جھکاؤ،

محبت اور نرمی آجاتی ہے جس سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں، یہ ان کی شناخت بن گئی ہے۔
کتنا فرق ہے عرب کے اس ماحول میں اور رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ ماحول میں! یہ تو ہے ان کی صفت تورات میں۔ اور انجیل میں انکی مثال یوں دی گئی ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں ان کی مثال انجیل میں آئی کہ

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الفتح:29)

''گویا ایک کھیتی ہے، کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے''۔

یعنی ایک فصل ہے۔ آپ ﷺ نے تربیت کی اور ایک ایک فرد شامل ہوگیا۔ اب ان کا باہمی تعلق کیسا ہے؟ یہ ایک کھیتی ہے جس میں بیج ڈالا، ایمان کا بیج اور پھر اس سے کونپل نکلی، پھر اس کو تقویت دی۔ یہ نہیں ہے کہ اس کو under observation نہیں رکھا بلکہ زیر مشاہدہ رکھا، اس کو قوت ملی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی، یعنی آہستہ آہستہ یہ جماعت اتنی مضبوط ہوگئی کہ خود کام کرنے کی پوزیشن میں آگئی۔ یہ ہے وہ تربیت جو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی کی۔ آپ ﷺ کی تعلیمی خدمات اور آپ ﷺ کا monitering system کیسا تھا؟ یعنی آپ کس طرح observe کرتے تھے اور اپنے زیر تربیت افراد کی تعلیم و تربیت، اُن کے اخلاق، اُن کے دیگر معاملات کو deal کرتے؟ اور دوسری طرف یہ کہ آپ ﷺ کس طرح انہیں ان کی زندگی کے بارے میں مشورے دیتے، ان کے اندر کی پریشانیاں، نفس کے دھوکے، اردگرد کے ماحول کی وجہ سے جو خرابیاں

آتی تھیں، ان سب کی اصلاح کے لیے آپ نے کیسا councelling and guid ance system قائم کیا؟ وہ مشاورتی نظام کس نوعیت کا تھا؟ اور پھر یہ کہ آپ ﷺ کی تعلیم کے بنیادی پہلو کون سے تھے؟ مقصد کیا ہے؟

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ

''تا کہ وہ اسے سارے ادیان پر غالب کردے''۔

دنیا میں پھر یہ نہ ہو کہ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین پھلے پھولے، لوگ ایک طرف تو نمازیں پڑھتے رہیں اور دوسری طرف سود بھی کھاتے رہیں، ایک طرف گھروں میں شراب کے دور بھی چلتے رہیں اور دوسری طرف نمازیں بھی پڑھی جاتی رہیں، زکوۃ بھی دی جارہی ہے اور گھریلو نظام کی اصلاح بھی نہیں ہوتی بلکہ معاشرت میں وہی ہندوؤں کے سے جاہلانہ طور طریقے چلتے چلے جارہے ہیں، ایک طرف نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کا نظام قائم ہے اور دوسری طرف حکومت کا نظام کسی بے خدا کا دیا ہوا ہے یا اس کو کسی اور جگہ سے adopt کیا گیا ہے یا کسی اور نظام سے لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب دین قائم ہوگا تو صرف دل کے اندر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اور ایک مملکت میں نہیں بلکہ سارے جہان میں۔

اب ہم نے یہ بات دیکھنا ہے کہ دین کے غلبہ کے لئے اللہ نے اپنے رسول ﷺ سے کس طرح مرحلہ وار خدمات لیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب پہلی وحی آئی تو ربّ العزت نے فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (العلق:1)

''پڑھئے اپنے ربّ کے نام سے جس نے آپ کو پیدا کیا''۔

یہ پہلا مرحلہ ہے تعلیم دینے کا، کوئی فرد ایسا نہ رہے جس کو اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کا پتہ نہ

ہو۔سب کو اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے واقف کرادو،سب کی تربیت کرو،خود اپنی بھی اور دوسروں کی بھی۔تعلیم کے ساتھ ساتھ جو فریضہ آپ ﷺ نے انجام دینا تھا،ایک تو وہ لوگ تھے جو آپ ﷺ کے حلقے کے اندر آرہے تھے،ان کو آپ ﷺ تعلیم دے رہے تھے اور ان کو باقاعدہ طور پر تیار کررہے تھے لیکن جو غیر مسلم تھے،کافر تھے ان کے لئے دوسرا کام جو آپ ﷺ کو ربّ العزت نے کرنے کا حکم فرمایا،اس کا تذکرہ ہمیں سورہ المدثر میں ملتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (المدثر:1-3)

"اے اوڑھنے لپیٹنے والے! اُٹھ کھڑے ہو اور لوگوں کو خبردار کرو،اپنے ربّ کی بڑائی بیان کرو"۔

اس طرح پہلا مرحلہ education کا اور دوسرا مرحلہ realization کا ہے۔یہ دو مرحلے الگ الگ نہیں ہیں،آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پہلے تبلیغ کی،پھر تعلیم دی۔تبلیغ اور تعلیم ایک بھی ہیں اور الگ الگ بھی۔تبلیغ ان لوگوں کے لئے ہوتی ہے جو ابھی اس دائرے کے اندر نہیں آئے ہوئے ہوتے اور تعلیم ان کے لیے ہوتی ہے جو دائرے کے اندر آجائیں،پھر ان کو باقاعدہ طور پرsystem کے تحت چلنا سکھایا جاتا ہے۔مثلاً رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر جو لوگ ایمان لاتے تھے،پھر ایمان لانے کے بعد انہیں صرف نماز سکھا کر چھوڑ نہیں دیا جاتا تھا کہ چلو نمازیں پڑھ لو اور ذکر کرلو،اللہ اللہ کرلو،باقی کام جیسے بھی ہوتے رہیں ٹھیک ہیں،نہیں بلکہ اسلامی نظام کے سارے تقاضے پورے کرنے کے لئے وہ ہمیشہ جڑ کے رہتے تھے،سیکھتے تھے،گھروں کے اندر بھی وہی تبدیلی ہوتی تھی جس تبدیلی کو مسجد کے اندر رہ کر سیکھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے ابتدائی دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ تبدیلی کا سلسلہ کافی slow رہا کیونکہ اس دور میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد کافی کم تھی،آزمائشوں کا،مصیبتوں کا دور

تھا لیکن بہر حال آپ ﷺ نے تعلیم کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ آپ ﷺ نے تعلیم کے لئے خاص طریقہ اختیار کیا کہ جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ شامل ہو رہے تھے مسلسل ان کی رہنمائی کی اور اس کے لیے انتہائی حکمت بھرا انداز اختیار کیا۔ مثلاً ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ! میں ساری برائیاں تو نہیں چھوڑ سکتا، سارے کام تو میرے سے نہیں کئے جاتے، کوئی ایک کام بتا دیں تو آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو، پھر اس جھوٹ کے چھوڑنے کی وجہ سے اس کی چوری، ڈاکے، شراب اور باقی سب غلط معاملات چھوٹ گئے۔ کوئی آپ ﷺ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ! ایک کام بتائیں، صرف ایک کام کر سکتا ہوں زیادہ نہیں۔ آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ یہ شخص غصے والا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تغْضَبْ

''بس غصہ نہیں کرنا''۔ (بخاری:6116)

ظاہر ہے کہ یہ سب personality traits ہیں۔ ایک چیز جب پکڑی گئی اور اس کی اصلاح ہوگئی تو باقی چیزوں کی اصلاح کی گنجائش بھی نکل آتی ہے۔

پھر اللہ کے رسول ﷺ کا گھروں کے اندر آنا جانا تھا۔ آپ ﷺ کے پاس صحابہ رضی اللہ عنہم کا آنا جانا، یہ ایک family like ماحول ہمیں ملتا ہے۔ خاص طور پر مدینہ کے اندر بھی مکہ کی طرح کا family like ماحول ہی تھا اور رسول اللہ ﷺ نے کس طرح اس system کو قائم کیا اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی سے بھی پوری طرح سے رابطہ رکھا مثلاً ایسا نہیں ہے کہ جب لوگوں نے اپنی عملی زندگی میں دین کو adopt کر لیا ہے تو ان کے فیصلے کسی اور کی مرضی کے مطابق ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

''جو قرآن کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی لوگ فاسق ہیں''۔ (المائدہ:47)

دوسری مرتبہ ان کو ظالم قرار دیا گیا ہے اور تیسری مرتبہ ان کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فیصلے بھی کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے دیئے ہوئے نظام کے تحت ہی لوگ زندگی گزارتے تھے۔

مدینہ میں بڑی خوبصورت مثال ہمیں ملتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اُخوت کا رشتہ قائم کیا اور غیر مسلموں کے ساتھ معاہدے کیۓ اجیسے یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کیا جسے معاہدہ حسن جوار کہتے ہیں۔ اسی طرح میثاقِ مدینہ کو دیکھیں کہ جب ایک state بنا کے رہنا ہے تو یہ سارا نظام کس طرح سے قائم ہوگا؟

اسی طرح آپ ﷺ نے ہر شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کو نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے جو پہلا قدم اٹھایا وہ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے تعلیم سے آغاز کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ یہ دیکھتے تھے کہ کون کس position میں ہے، کس قابل ہو گیا ہے؟ پھر جو جس قابل ہوتا اس کو اسی طرح کی ذمہ داریاں سونپ دیتے لیکن ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے لیے تبلیغ کے بعد تعلیم دینے کا اہتمام کیا اور جب باقاعدہ اسلامی نظام حکومت قائم ہوا تو ہم دیکھتے ہیں کہ تبلیغ کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ وفود کو دوسرے علاقوں میں بھیجا اور اسی طرح مدینہ کے اندر بھی لوگ آ کر سیکھ رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنی اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ سے علم سیکھ رہے تھے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے آغاز کیسے کیا تھا؟ چھوٹے پیمانے سے، ایک خاتون کو بتایا تھا اور بالآخر یہ دعوت کتنی خواتین اور مردوں تک پھیل گئی۔

پہلے چند افراد نے تعلیم حاصل کی تھی، پھر بڑھتے بڑھتے یہ سلسلہ مکہ کی حدود کے باہر پھیلا۔ جیسے ہجرتِ حبشہ کے بعد آپ ﷺ طائف بھی اسی مقصد کے لئے گئے، پھر اسی

طرح مدینہ آئے تو اسلام کا نور بڑھتا اور پھیلتا گیا اور 90 برس کے اندر آپ ﷺ جو دعوت لے کر آئے تھے پوری دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے کوئی صحابی رضی اللہ عنہ مدینہ کے رہنے والے ہیں لیکن دفن تیونس میں ہیں، کوئی مصر میں دفن ہیں، کوئی عراق میں دفن ہیں، کوئی عراق سے آگے کی سرحدوں میں دفن ہیں۔ دیکھیں تو اس دور میں یہ دعوت میں کہاں کہاں نہیں پہنچی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پیغام کو آگے تک پہنچانے کے لئے کہاں کہاں تشریف نہیں لے گئے تاکہ ساری دنیا تک اللہ کے دین کو پہنچانے کے بعد اس دین کو غالب کیا جا سکے۔

جب کبھی دین کو غالب کرنے کے لئے کوششیں ہوتی ہیں تو تیسرا پہلو سامنے آتا ہے کہ دین کے غلبے کے لئے لوگ کوشش کیوں نہیں کرتے؟ رکاوٹ کے ہونے کی وجہ سے۔ رکاوٹ کس چیز کی آتی ہے؟

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْن

''اگرچہ مشرک ناپسند کریں''۔

ہم دیکھتے ہیں کافروں کی رکاوٹ تو بعد میں آتی ہے، ہماری دعوت تو کافروں تک گئی ہی نہیں، ہماری دعوت تو ہمارے اپنے اندر ہی نہیں گئی۔ سب سے پہلے تو ذہنی رکاوٹ ہے، پہلے خود ہی قبول نہیں کرتے ، اپنا ذہن تیار نہیں ہوتا۔ معاملہ خواہ ایک مرکز کے تحت تعلیم حاصل کرنے کا ہو، تربیتی نظام سے گزارنے کا، رہنمائی لینے کا یا عام نظام کے قیام سے لے کر اسلامی نظام کے قیام کا معاملہ ہو یا اسلامی تعلیم کے لئے مشترکہ کوشش کرنا ہو تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اپنے ملک میں بھی یہ سلسلہ باقاعدہ نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جہاں کہیں ابتدائی کوشش کے لئے بات کی جاتی ہے تو سب سے پہلے یہ statement سامنے آتی ہے کہ بزنس کا کیا ہوگا؟ گھر کا کیا ہوگا؟ وقت کیسے نکلے گا؟ شوہر کیا کہیں گے؟

ماں باپ کیا کہیں گے؟ اردگرد والے سب لوگ خفا ہوں گے، آخران کا بھی تو حق ہے۔

سارے مسلمان گھروں میں بیٹھ کے ایک دوسرے کے حقوق پورے کر رہے ہیں اور کسی کا بھی حق ادا نہیں کر رہے، اس لئے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا حق چھوڑا وہ کسی کا حق ادا نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں اور اللہ تعالیٰ کے نظام کو قائم کرنے کے لئے جتنی توفیق اس نے ہمیں دی ہے اس کے مطابق جو کچھ ہم کرسکتے ہیں وہ اپنی پوری قوت لگا کر کریں۔ اگر آج تک ہم اپنا حصہ ڈالتے تو کم ازکم اس معاشرے کو تعلیم یافتہ بنا سکتے تھے لیکن ہم نے یہ کام بھی نہیں کیا؟ وجہ کیا ہے؟ ذہنی رکاوٹ ہے، اس کے علاوہ کوئی اور رکاوٹ نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اس رکاوٹ کا کتنا احساس تھا! آپ ﷺ اپنے خطبوں کے آغاز میں کہا کرتے تھے:

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا (صحیح مسلم: 2008)

”اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کے شر سے اور اپنے برے اعمال سے“ (کہ یا اللہ! آپ ہمیں بچالیں)۔

اسی طرح آپ ﷺ کتنی خوبصورت دُعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْا فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ (ابوداؤد: 5090)

”اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ مجھے میرے نفس کے حوالے ایک لمحے کے لئے بھی نہ کرنا اور میرے حال کی اصلاح کردیں، آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں“۔

سب سے پہلی رکاوٹ اندر کی رکاوٹ ہے جو نفس کی طرف سے آتی ہے۔ دراصل یہ رکاوٹ اللہ تعالیٰ کے راستے پہ اکٹھے ہونے اور اکٹھے ہو کر دین کو غالب کرنے کے خلاف

ہے۔ پھر دوسری رکاوٹ کیا ہے؟ گھریلو رکاوٹیں ہیں بلکہ گھریلو رکاوٹیں بھی بعد میں آتی ہیں، پہلے تو انسان اپنے آپ کو نہیں منا پاتا۔ پھر جب وہ اپنے آپ کو منا لیتا ہے تو باقی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو ہی جاتی ہے۔ پھر اسی طرح بعض اوقات معاشرتی رکاوٹیں ہوتی ہیں۔ آپ کے اردگرد کیا ایسے افراد ہیں جو دوسروں کے نظریات پر حاوی ہوتے ہیں؟ مثلاً بہت سی مائیں اپنی بیٹیوں کو اس خوف کے تحت کہ پھر رشتے کیسے ہوں گے، دین کی طرف آنے نہیں دیتیں۔ یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے لیکن ہوتا کیا ہے کہ محض دنیاوی رشتوں کی وجہ سے اپنی بیٹی کو جہنم کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں کہ کوئی بات نہیں، جیسے اور لوگ رہتے ہیں ویسے تم بھی رہ لو، پھر کیا فرق پڑتا ہے؟ آخر باقی لوگ بھی تو مسلمان ہیں، ان کا بھی تو یہی معاملہ ہے، لہٰذا آپ بھی اسی طرح یہ طریقہ کار اختیار کر سکتے ہیں۔

معاشرتی رکاوٹوں میں یہ رکاوٹ سب سے بڑی ہے کہ پھر لوگ ہمیں اچھا نہیں سمجھیں گے، تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی سکارف لے کر باہر نکلے تو فوراً اسے خطاب ملتا ہے آپ کو کیا ہوا؟ آپ تو بالکل مائی بن گئی ہو، اچھی بھلی تھیں، ٹھیک ٹھاک society میں چلتی پھرتی تھیں، آپ کو اچانک کیا ہو گیا؟ کوئی داڑھی رکھ لے تو اس پر کتنی چوٹیں کسی جاتی ہیں کہ تمہارا رشتہ کہاں ہوگا؟ تمہیں تو کوئی لڑکی پسند ہی نہیں کرے گی، تم شادی کر لیتے، بعد میں داڑھی رکھ لیتے۔ پتہ کیا چلتا ہے کہ خدشے لاحق ہیں، پھر اردگرد کی society بھی جینے نہیں دیتی جس کی وجہ سے اللہ کے دین کو سیکھنے سے بھی گریزاں ہیں۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر پہلے ہی step اِقْرَأْ تک بھی نہیں آپاتے، اگلی ذمہ داریاں تو بہت بعد کی بات ہے۔

پھر آپ دیکھئے کہ بعض اوقات معاشی رکاوٹیں بھی ہوتی ہیں کہ ہمارے وسائل اتنے نہیں کہ ہم اللہ کے دین کو سیکھ سکیں، پھیلا سکیں یا قائم کرنے کی کوشش کر سکیں۔ جن کے پاس وسائل نہیں وہ یہ کام کرنا چاہتے ہیں اور جن کے پاس وسائل ہیں وہ چاہتے نہیں حالانکہ

باہمی ہم آہنگی کے ساتھ یہ سلسلہ آگے بڑھایا جاسکتا ہے، ایسے افراد کو sponsor کیا جاسکتا ہے اور اپنے حوالے سے تو ذمہ داری ہے ہی۔ دین کو پھیلانے میں اور دین کو قائم کرنے میں جو معاشی رکاوٹ ہے اس کو دور کرنا پوری society کا فریضہ ہے کہ مل کر پہلے تجزیہ کریں کہ اس کے لئے کیا اخراجات آتے ہیں؟ جس طرح ایک گھر کے اخراجات ہوتے ہیں اسی طرح اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے بھی اخراجات ہوتے ہیں تو ان کو پورا کرنا پوری society کی ذمہ داری ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اِقْرَاْ کا step یعنی تعلیم کا جو مرحلہ ہے وہ بھی پورے طور پر معاشی رکاوٹوں کی وجہ سے نہیں چلایا جاسکتا اور پھر بعض اوقات حکومتی رکاوٹیں بھی ہوتی ہیں مثلاً کسی گورنمنٹ کے تحت نئے ادارے قائم کرنے کی یا یہ system چلانے کی اجازت نہیں ملتی۔ اگر یہ چند ایک رکاوٹیں عبور کر لیں پھر کہیں ہم non-muslims تک دین کو پھیلانے اور پہنچانے کی stage تک پہنچیں گے اور ان تک پہنچائیں گے اور پھیلائیں گے تو پھر کہیں یہ ہوگا کہ وہ ناپسند کریں۔

ہمارے ساتھ تو یہ معاملہ نہیں ہے کہ مشرکوں کی ناپسندیدگی کی وجہ سے ہمیں جبر کی فضا کے تحت رہنا پڑ رہا ہو۔ ہم تو اپنی choice سے اللہ کے دین کے خلاف چل رہے ہیں، ہم تو اپنی choice سے اللہ کے دین کو سیکھنا نہیں چاہتے، اس کو پھیلانا نہیں چاہتے لیکن ہم انشاء اللہ اس روش کو تبدیل ضرور کریں گے۔ ہم نے اس طرح نہیں کرنا کہ اگر پتہ چل بھی گیا تب بھی اسی طرح کی صورتحال کو جاری رکھیں۔

اس آیت کے حوالے سے تین پہلو ہم نے دیکھے، چوتھا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

''جوتم کررہے ہواللہ تعالیٰ گواہی کے لیے کافی ہے''۔

یادرکھنا سب اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے، وہ جانتا ہے کہ تم اپنے گھر میں کیا کرتے ہو؟ گھر کے باہر کیا کرتے ہو؟ تمہارے لئے کون سی رکاوٹ ہے؟ اور یہ کہ جوتم کررہے ہو وہ کس کی خاطر کررہے ہو؟ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، مسلسل جائزہ لے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا monitering system کتنا strong ہے! انسان کہیں بھی ہوحتیٰ کہ تنہائی میں بھی اس کی نظروں سے آزادنہیں، وہ ہروقت under observation ہے، ہروقت امتحان کی کیفیت میں ہے۔ دنیا کا کوئی نظام اتنا مضبوط نہیں جتنا اللہ تعالیٰ کا نظام مضبوط ہے۔ لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ کے حوالے سے ہم اس آیت کا ایک بار پھر جائزہ لیں گے اور اس کے بعد یہ دیکھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور میں کیسی کوشش کی؟

یہ mission statement ہے۔

ربّ العزت فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (الصف:9)

''وہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ اسے سارے ادیان (سارے نظاموں) پر غالب کردے اگرچہ مشرک ناپسند کیوں نہ کریں''۔

اگرچہ وہ کتنی ہی نفرت کھائیں لیکن آپ نے یہ کام ضرور کرنا ہے۔ رسول ﷺ نے یہ کام کس طرح انجام دیا؟ آپ ﷺ نے انسانیت کو خداشناس بنایا، انہیں بتایا کہ آپ کا ربّ اللہ تعالیٰ ہے، آپ نے اس دنیا میں کس طرح سے زندگی گزارنی ہے؟ آپ نے اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہونا ہے، آپ نے رسول ﷺ کی پیروی کرنی ہے، آپ نے

کتاب کے احکامات کو follow کرنا ہے، آپ نے کس طرح عبادات کے ذریعے سے ایمان کے حقائق کو اپنے ذہن میں جگا کے رکھنا ہے، راسخ کرنا ہے؟ مثلاً پانچ وقت کی نماز کیا realize کرواتی ہے؟ اللہ اکبر''اللہ سب سے بڑا ہے''۔ جب اذان ہو تب، جب نماز شروع ہو تب، پھر نماز کے اندر بھی کتنی ہی بار انسان عہد کرتا ہے اگر چہ مشرک ناپسند کیوں نہ کریں۔

ہم اس وقت صرف دو باتوں کے حوالے سے جائزہ لیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ دینِ حق کا objective کیا ہے؟ پانچ وقت کی نماز میں اللہ اکبر سے آغاز ہوتا ہے اور اختتام کس پہ ہوتا ہے؟ انسان دائیں اتھ والوں کو بھی پیغام دیتا ہے اسلام علیکم کہ میں آپ کے لیے سلامتی ہوں اور بائیں ہاتھ والوں کے لیے بھی اسلام علیکم یعنی پوری دنیا کے لیے میں سلامتی کا پیام ہوں، میں اسلام کا نمائندہ ہوں، اب میں نے اس مشن کو پورا کرنا ہے۔ آغاز کس بات سے ہوتا ہے؟ اللہ سب سے بڑا ہے اور دن میں پانچ بار کہتے ہیں اللہ اکبر اور یہ بھی کہ ساری دنیا کو میرے ہی توسط سے سلامتی ملے گی دائیں ہاتھ والوں کو بھی اور بائیں ہاتھ والوں کو بھی یعنی پوری انسانیت کو میں تیرا مطیع فرمان بناؤں گا، انہیں انہی کی ذات سے سلامت رکھوں گا، انہیں امن کا پیام دوں گا، انہیں جینے کا ڈھنگ سکھاؤں گا، انہیں تیری ذات کے ساتھ تعلق بنانا سکھاؤں گا، لیکن ہم عملاً کیا کرتے ہیں؟ جونہی نماز ختم ہوئی، پھر اپنے آپ کو بھی سلامت نہ رکھ پائے۔ مجھے کبھی کبھی feel ہوتا ہے جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ (بخاری:6484)

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔

دوسروں کو محفوظ رکھنا ضروری ہے لیکن پہلی تو اپنی ذات ہے۔ جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ نہ رکھا، اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے محفوظ نہ رکھا، وہ دوسروں

کے لیے کیسے مخلص ہوسکتا ہے؟ پہلا خلوص تو اپنی ذات کے ساتھ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ (مسلم:196)

''دین تو خیر خواہی کا نام ہے''۔

پہلا اخلاص کس کے ساتھ ہے؟ اپنی ذات کے ساتھ۔ بس یہی معاملہ ہم سے نہیں ہوتا، ہم اپنی ذات کے ساتھ sincere نہیں، خود اپنے خیر خواہ نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی تھا کہ انسان کو پورے کا پورا اندر تک بدل ڈالا، یہ message دیا کہ تم ایک ایسے مالک کے بندے ہو جو حساب لینے والا ہے، اسی سے ڈرو، اسی کی اطاعت و فرمانبرداری تمہارے لیے ضروری ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس تعلیمی مشن کے لیے ربّ العزت نے چار جگہ قرآنِ کریم میں اعلان فرمایا کہ میں نے اپنے رسول کا پہلا اور بنیادی فریضہ کیا ٹھہرایا ہے؟

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (اٰلِ عمران:164)

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا کہ انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کر کے سناتا ہے، جو ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے''۔

ان کو مشورہ دیتا ہے۔ کس کے بارے میں؟ اپنے نفس کے بارے میں کہ اپنی سوسائٹی میں آپ کیسے اللہ تعالیٰ کے بن کے جی سکتے ہو؟ یہ تزکیہ اللہ کے رسول ﷺ کرتے ہیں۔ اسی طرح انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ چار فرائض ہیں:

1۔ تلاوتِ آیات۔

2۔ تزکیۂ نفس۔

3۔ تعلیمِ کتاب۔

4۔ تعلیمِ حکمت۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ان ذمہ داریوں کے لیے کوششوں کا آغاز کس طرح کیا؟ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو دعوت دی، انہیں بلایا۔ آپ ﷺ کی پہلی کوشش اپنے family members کے لیے تھی۔ پھر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں سب سے پہلی تربیت گاہ اور تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مکہ میں دارِارقم کا مدرسہ قائم کیا۔ یہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا گھر تھا جہاں سارے لوگ اکٹھے ہوتے اور سیکھتے تھے کہ ہم کس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہ سکتے ہیں؟ ہمارے دور کے لوگوں کا تعلق تو صرف لفظوں تک رہ گیا ہے کہ کتنا پڑھ لیا ہے؟ کتنا رہ گیا ہے؟ تربیت کا جو معاملہ ہوتا ہے اس میں صرف پڑھنے کا عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ اس میں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایمان کتنا آ گیا؟ کتنا راسخ ہو گیا؟ کتنا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو گیا؟ اور ابھی یہ منازل کتنی باقی رہتی ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے شعبِ ابی طالب میں 3 سال تک یہ تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ آپ ﷺ نے اس دوران باہر سے آنے والے وفود کو بھی تعلیم دی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے طائف میں جا کر بھی تعلیم دی، اگرچہ اس کا response نہیں آیا لیکن بہر حال یہ ایک effort تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ کی اس effort کو اللہ تعالیٰ نے کیسے fruitful کیا؟ کیسے اس کے results سامنے آئے؟ آپ ﷺ طائف کے سفر سے واپس آ رہے تھے اور ایک وادی میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے تو جنات نے آپ ﷺ سے قرآن سنا، سورۃ الجن میں اس کا تذکرہ آتا ہے کہ اس کے بعد جنات پیامبر بن گئے اور اس کے بعد اپنی

قوم کے لوگوں کو جا کر یہ قرآن سنایا۔ آپ ﷺ کا پیغام صرف انسانوں تک محدود نہ رہا بلکہ جنات تک، دوسری مخلوقات تک بھی پہنچا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعتِ عقبہ اولیٰ اور بیعتِ عقبہٗ ثانیہ کے لئے مدینہ سے آنے والے افرد کو بھی تعلیم دی۔ حج کے قافلے جب آتے تھے تو آپ ﷺ ایک ایک خیمے میں پہنچتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سکھاتے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق قائم کرنے کی کوششیں کرتے۔ آپ ﷺ نے اہلِ مدینہ کی خواہش پر ایک معلم ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ ان کا نام معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا، ان کو بھیجا کہ مدینہ جا کر لوگوں کو تعلیم دیں۔ مدینہ میں پہلا جمعہ پڑھانے کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہوا۔ اس طرح آپ ﷺ کے آنے سے پہلے پہلے مدینہ کے ماحول کو پوری طرح سے prepare کر لیا گیا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کی demand پر حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا۔ ہجرت کے بعد مسجد نبوی میں درسگاہ کا قیام عمل میں آیا جسے مدرسۂ صفہ کہتے ہیں اور اس کے علاوہ مدینہ کی باقی مساجد اور محلوں میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مختلف علاقوں میں بھی تعلیمی حلقہ جات اور تعلیمی سلسلے جاری رہے مثلاً بنو نجار میں بنو عبد الاشہل، بنو ظفر، بنو عمرو، بنو عوف، بنو سالم وغیرہ کی مسجدوں میں بھی اس کا انتظام تھا۔ اس کو تفصیلاً دیکھنے کی ضرورت ہے۔

سب سے پہلے ہم مکی نظامِ تعلیم دیکھیں گے، پھر مدنی نظامِ تعلیم دیکھیں گے، پھر یہ دیکھیں گے کہ مدینہ سے باہر قبائلِ عرب کی تعلیم کیلئے آپ ﷺ نے کیا efforts کیں؟ اور مدینہ آنے والے وفود کی تعلیم کے لئے آپ ﷺ نے کیسے انتظام کیا؟ پھر بدر کے قیدیوں سے لی جانے والی تعلیم کس نوعیت کی تھی؟ پھر سفری سلسلۂ تعلیم یعنی travelling کے دوران بھی رسول اللہ ﷺ اور ان ساتھی کیسے تعلیمی سلسلے کو جاری رکھتے؟ غیر مسلم

علاقوں کے لیے کیے جانے والے تعلیمی انتظامات کیسے تھے؟ اور اسی طرح غیر مسلموں کی تعلیم کے لیے آپ ﷺ نے کیا اقدامات کیے؟ پھر عورتوں کی تعلیم کے لیے کون سے شعبے تھے؟ اور نصابِ تعلیم کس قسم کا تھا؟ اور آپ ﷺ کے اصول تعلیم کیسے تھے؟ اسی طرح تعلیم وتربیت کے طریقے، اساتذہ کی تربیت، یہ بہت سارے پہلو ہیں جن کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

مکّی نظامِ تعلیم:

ہم سب سے پہلے دیکھیں گے مکی نظام تعلیم کو کہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ نے اس شعبے میں کیا کام کیا؟ کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم کیا یا استاد مقرر کیے؟ اس دور کے ایسے مقامات اور حلقات کو مدارس کہا جا سکتا ہے جہاں وقت، حالات اور ضرورت کے مطابق لوگ تعلیم لیا کرتے تھے، ورنہ ہجرت سے پہلے باقاعدہ ایسے کسی تعلیمی ادارے کا تصور ہمیں نہیں ملتا۔ یعنی جیسے لوگوں کو موقع ملتا، کسی جگہ پہ اکٹھے ہوتے اور تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا۔ وجہ کیا تھی؟ دن رات فکر اور بے یقینی کی فضا کا دھڑکا لگا رہتا اور یہ وہ دور ہے جس میں آپ ﷺ mobile teacher تھے، آپ ﷺ خود متحرک استاد تھے۔ جہاں بھی جاتے مدرسہ قائم ہو جاتا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک خوبصورت تصور ہے۔ تعلیم کا ادارہ استاد کی ذات ہے، یعنی استاد خود جس جگہ جائے ادارہ قائم ہو جائے۔

جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ربّ العزت نے فرمایا کہ وہ اپنی ذات میں ایک اُمّت تھے، رسول اللہ ﷺ نے بھی موبائل ٹیچر کے فرائض انجام دیئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی چھپ چھپا کے تعلیم حاصل کرتے تھے اور اس دور میں تین اساتذہ تھے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اور خود نبی ﷺ۔ یہ تین ٹیچر تھے اور ان کے اثرات سے لوگوں نے گھر بار چھوڑ دیئے، مال چھوڑ دیئے، اپنی رشتہ داریاں چھوڑ دیں اور

ایک مقصد کے تحت جمع ہو گئے کیونکہ انہیں مرکز کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو گیا تھا۔

1۔ مدرسۂ ابوبکر رضی اللہ عنہ:

ہم مدرسۂ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیکھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے باہر مسجد بنائی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے۔ یہ ایک کھلی جگہ تھی جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت کرتے رہتے۔ یہ تلاوتِ قرآن کا پہلا مرکز تھا اور یہ کیسا مدرسہ تھا جہاں کوئی شاگرد نہیں تھا لیکن تلاوت ہوتی رہتی تھی۔ مکہ والوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پابندیاں لگائیں، بہت پیٹا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر تک محدود ہو گئے، اونچی آواز میں تلاوت شروع کر دی اور student کھنچے چلے آتے تھے۔ یہ کیسے ہوتا تھا؟ دراصل گھروں کی ساخت اور طرح کی تھی، مکہ کے بچے اور خواتین یہ دو حلقے ایسے ہیں جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کام ہوتا تھا، وہ اردگرد آ کے اکٹھے ہوتے تھے، قرآن سنتے لیکن اہلِ مکہ سننے سے محروم رکھنا چاہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب گھر تک محدود کیا تو اس کی وجہ سے یہ کام بہت آسان ہو گیا کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور کوئی کام نہیں کرنا تھا، بس تلاوت کرتے اور جب بچے سنتے تو ان کے دل پہ اثر ہوتا، خواتین کے دل پہ اثر ہوتا اور لوگ تیزی سے مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ اس صورتحال میں اہلِ مکہ نے انہیں یہ مرکز چھوڑنے پہ مجبور کر دیا کہ اس سے تو ہمارے بچے اور خواتین خراب ہو رہے ہیں، سب کے سب اسلام کے اثرات قبول کر رہے ہیں لہٰذا یہ سلسلہ نہیں ہو سکتا۔ ابنِ دغنہ نے انہیں یہ کہہ کر واپس بلایا تھا کہ وہ گھر کے اندر نماز پڑھیں گے اور تلاوت کریں گے، کچھ دنوں تک تو یہ سلسلہ جاری رہا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کے سامنے مسجد بنا کر نماز اور تلاوتِ قرآنِ پاک کرنے لگ گئے۔

یہ مرکز اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑا ہی عجیب تھا۔ نہ تو اس میں کوئی استاد تھا نہ کوئی

شاگرد لیکن پڑھنے والا جب قرآنِ حکیم کو پڑھتا تو سننے والے موجود ہوا کرتے تھے اور پھر سننے والے کا دلچسپی لینا اور سننے کے لیے مسلسل آنا اور اسی طرح کفارِ مکہ کا اعتراض کر کے انہیں مسجد چھوڑنے پر مجبور کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس informal education کے اثرات مرتب ہو رہے تھے، اگر چہ یہ باقاعدہ set up نہیں تھا لیکن اس کے اثرات بہت زیادہ پیدا ہو رہے تھے۔

2۔ مدرسۂ بیتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

دوسرا مدرسہ مدرسۂ بیتِ فاطمہ (فاطمہ بنتِ خطاب رضی اللہ عنہا) تھا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، اپنے شوہر سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابتدائی طور پر مسلمان ہوئی تھیں۔ ان کے گھر کو ابتدائی مدرسہ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ اس میں استاد حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تھے اور اس میں کم از کم دو students تھے، ایک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے ان کے شوہر۔ اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تلوار سونت کے اپنی بہن کے گھر جا رہے تھے تو وہاں یہ سلسلۂ تعلیم جاری تھا۔ پڑھانے والے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اور پڑھنے والے حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں سورۃ طٰہٰ موجود تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سورۃ طٰہٰ کی وجہ سے ایمان لائے تھے۔ اس صحیفے میں سے جب پڑھا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا اور وہ ایمان لے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ میرے بہنوئی کے یہاں آتے جاتے تھے اور ایک اور مقام پر فرماتے ہی، یہ روایت سیرۃِ حلبیہ کی ہے کہ یہ جماعت بیٹھ کر صحیفہ پڑھ رہی تھی جو ان کے پاس تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ جو انہوں نے استعمال کیے "کان القوم جلوسا" کہ قوم بیٹھی ہوئی تھی اور قوم کا لفظ دو سے زیادہ افراد کی خبر دیتا ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ دو سے زیادہ افراد تھے جن کا ذکر نہیں کیا گیا مگر وہ موجود تھے۔

3۔ مدرسۂ دار ارقم:

تیسرا مدرسہ، مدرسۂ دارِ ارقم تھا۔ 5 نبوی میں حبشہ کی طرف پہلی ہجرت عمل میں آئی۔ اس وقت مکہ میں رہ جانے والے افراد ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ انہی سخت حالات میں 6 نبوی میں نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دارِ ارقم میں پناہ لی۔ یہ گھر ارقم بن ابو ارقم رضی اللہ عنہ کا تھا جو سابقون الاولون میں سے تھے۔ یہ گھر کوہِ صفا کے پاس تھا، اب اس کی یادیں مٹ چکیں لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ان علاقوں کو حرم میں ہی شامل کر دیا جن میں ابتدائی طور پر تعلیم دی جاتی تھی۔ نبی ﷺ نے دارِ ارقم میں قرآنِ حکیم کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ تیسرا مدرسہ اللہ کے رسول ﷺ کی supervision میں چل رہا تھا۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ نبی ﷺ اسلام کے آغاز میں لوگوں کو دعوت دیتے تھے اور کئی لوگ یہاں سے مسلمان ہوئے۔

اخبارِ مکہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم دارِ ارقم میں جمع ہوتے تھے، آپ ﷺ ان کو قرآن پڑھاتے اور دین کی تعلیم دیتے تھے۔ اس مدرسے کا انتظام کیسا تھا؟ resedential تھا، لوگ یہاں آتے تھے۔ ان کے لیے قیام وطعام کا بھی انتظام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اسلام لانے والوں میں سے دو آدمیوں کو کسی ایک صاحبِ استطاعت کے حوالے کر دیا جاتا تھا، وہ ان کے گھر رہتے، وہیں کھانا کھاتے، تقریباً ایک ماہ تک خفیہ طور پر تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ مدرسہ اور دار الاقامہ تھا۔ یہ دارِ ارقم میں قیام کا زمانہ تھا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

یہ باقاعدہ مدارس تو نہیں تھے لیکن ہم انہیں مدرسہ کہہ سکتے ہیں۔

4۔ مدرسہ شعب ابی طالب:

چوتھے نمبر پہ جب رسول اللہ ﷺ شعب ابی طالب میں محصور تھے اس وقت انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم دی اور اس وقت پہ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے بھی قرآنِ حکیم سیکھا۔ شاہِ حبشہ کے دربار میں انہوں نے ہی نمائندگی کی تھی اور سورۃ مریم کی تلاوت کی تھی اور سیکھی کہاں سے تھی؟ مدرسۂ دارِ ارقم سے اور اس طرح آپ ﷺ کے ان طلباء میں سے مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، جنہوں نے مدرسۂ شعبِ ابی طالب سے تعلیم پائی تھی، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں معلم بنا کر بھیجا تھا۔

5۔ مدرسۂ بیتِ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

اسی طرح مدرسۂ بیتِ خدیجۃ الکبریٰ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر جو "دابۃ الحجر" میں واقع تھا اسے سب سے پہلی تربیت گاہ کہا جا سکتا ہے۔ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی یہی تعلیمی کوششیں تھیں۔

مکی دور کے حوالے سے ہم اپنا جائزہ لے سکتے ہیں کہ ہم کس دور میں رہ رہے ہیں؟ نہ آزمائش ہے، نہ وہ ماحول ہے، نہ تکلیف دہ صورتحال اور گھروں کے اندر بھی سکون، آرام اور ہر گھر یہ پوزیشن اختیار کر سکتا ہے کہ وہاں اللہ کا کلام، اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند ہو لیکن اس کے باوجود پورا معاشرہ کس صورتحال میں ہے!

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے تحت دعوۃ اکیڈمی کے سروے کے مطابق پاکستان کے 11.1% افراد ایسے ہیں جو صرف ناظرہ قرآن پڑھنا جانتے ہیں، باقی سب کے سب ناظرہ بھی نہیں جانتے اور آپ میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ ناظرہ قرآن انسان کو زندگی گزارنے کے طریقے نہیں بتاتا، یہ نہیں بتاتا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کیا چاہتا ہے؟ ہم سمجھ نہیں سکتے اس لیے کہ یہ ہماری زبان نہیں ہے جب تک کہ ہم اسے اپنی زبان میں سیکھ نہ لیں۔ اپنی

زبان میں سیکھنے سے ہی پتہ چلتا ہے کہ ربّ کی ہم سے ڈیمانڈ کیا ہے؟

مدنی نظام تعلیم:

مدینہ میں محسن انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی حکمتِ عملی کا جائزہ لینے کے لیے سب سے پہلے ہم مدینہ کے مراکز کو دیکھیں گے۔ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے بھی یہاں پہ مدارس قائم ہو چکے تھے، سب سے پہلے ہم ان کو دیکھتے ہیں:

1۔ مدرسہ اسعد بن ضرارہ رضی اللہ عنہ:

12 نبوی میں یثرب کے بارہ افراد نبی ﷺ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو نبی ﷺ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بطور استاد روانہ کر دیا اور یثرب میں اسی مدرسے میں آ کے انہوں نے تعلیم دینے کا آغاز کیا اور یوں پہلے مدرسے کی بنیاد پڑی۔ قاضی سلیمان منصور مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رحمۃ اللعالمین میں اس واقعہ کا تذکرہ ہمیں ملتا ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اسعد بن ضرارہ رضی اللہ عنہ کا گھر بنی بیاضہ کے علاقے میں واقع تھا۔ یہ آبادی بنو سلمہ کی بستی کے بعد واقع تھی جو بہت سرسبز اور شاداب علاقہ تھا۔ اس مدرسے میں قرآنِ مجید کی تعلیم کا معقول انتظام تھا۔ اس حوالے سے اللہ کے رسول ﷺ کی بڑی خوبصورت روایت ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ:

"کچھ ملک زبردستی فتح ہوئے اور مدینہ قرآن کے ذریعے فتح ہوا۔"

اللہ کے رسول ﷺ کا شہر جسے قرآن نے مسخر کیا تھا، بیعتِ عقبہ کے بعد سے مدینہ منورہ میں قرآن کی تعلیم کا چرچا ہو گیا تھا اور ہجرت سے دو سال پہلے ہی وہاں مساجد کی تعمیر اور قرآنِ حکیم کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں نبی ﷺ کی تشریف آوری سے دو سال پہلے ہی ہم لوگ مساجد کی تعمیر اور نماز کی ادائیگی میں

مشغول رہا کرتے تھے۔

2۔مدرسۂ مسجدِ بنی زریق:

دوسرا مدرسہ مدرسۂ مسجدِ بنی زریق تھا۔ یہ مسجد بنی زریق مدینہ کے عین درمیان میں واقع تھی اور اس مسجد میں سب سے پہلے قرآنِ حکیم کی تعلیم دی گئی اور اس حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ الاصابہ میں حافظ ابنِ حجر کی روایت ہے کہ

مدینہ میں سب سے پہلی مسجد جس میں قرآن پڑھا گیا بنی زریق ہے۔اس مدرسے کے استاد اور اکثر شاگرد قبیلۂ خزرج کی شاخ بنی زریق کے مسلمان تھے اور ان کے معلم حضرت رافع بن مالک زُرقی تھے جو بیعتِ عقبۂ اولیٰ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے اور پھر لوگوں کو قرآن سکھانے لگے۔اس حوالے سے ہم دیکھتے ہیں ان کا شمار مدینہ کے کاملین میں سے ہوتا ہے۔اس دور میں کامل کی اصطلاح ایسے شخص کے لیے استعمال ہوتی تھی کہ جو قرآنِ حکیم کا پورا علم رکھتا ہو اور تیر اندازی اور تیراکی میں بھی کامل ہو۔اس سے اسلام کے مزاج کا پتہ لگتا ہے کہ وہ جسمانی طور پر بھی اپنے ماننے والوں کو کتنا strong کرنا چاہتا ہے!

3۔مدرسۂ مسجدِ قبا:

تیسرا مدرسہ مدرسۂ مسجدِ قبا تھا۔ یہ مدینہ کے جنوب میں واقع ہے۔بیعتِ عقبہ کے بعد بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مقامِ قبا آئے تھے۔یعنی دوسرے علاقوں سے آ کر اس علاقے میں آباد ہو گئے اور یہاں پہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ مولیٰ ابو حذیفہ معلم تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے یہی امامت بھی کراتے تھے اور یہ سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد بھی جاری رہا۔(بخاری:692) اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بات فرمائی تھی کہ قرآن ان چار عالموں اور قاریوں سے پڑھو۔ کتنے خوش قسمت ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یہ ہیں قرآن کے عالم!

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ بھی certify کرتے تھے کہ اس سے سیکھو، یہ صحیح طرح سے تعلیم بھی دے گا اور تربیت بھی کرے گا۔ یہ کون کون سے افراد تھے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سالم رضی اللہ عنہ مولیٰ ابوحذیفہ، ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ (بخاری: 4999) حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے قرآن پڑھنے پر اظہارِ پسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا کہ "شکر ہے اس رب کا جس نے میری اُمت میں سالم جیسا قرآن کا عالم اور قاری پیدا کیا۔" (الاصابہ، تذکرہ سالم رضی اللہ عنہ) یہی سالم مسجدِ قبا میں تعلیمی خدمات انجام دیتے تھے۔

ہجرت سے قبل ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ میں ایک کثیر تعداد یا تو قرآن کی تعلیم حاصل کر رہی تھی یا قرآن کی تعلیم دے رہی تھی اور مدرسۂ قبا میں آنے والے چونکہ اکثر مہاجرین تھے اس لیے ان کی رہائش کا مسئلہ درپیش تھا۔ حضرت ابوخیثمہ، سعد بن خیثمہ اوسی کا گھر مدرسۂ قباء کے طلباء کے لیے دارالاقامہ تھا۔ لوگوں نے اپنے گھر وقف کیے ہوئے تھے کہ جو لوگ دینی تعلیم کے لیے آنا چاہتے ہیں وہ یہاں آکر رہیں۔

بیعتِ عقبہ کے موقع پر یہ اسلام لائے تھے اور اس زمانے میں یہ مجرد تھے۔ ان کا گھر ایسے مہاجرین کے لیے خالی تھا جو اہل وعیال کو مکہ چھوڑ کر آئے یا جن کی اولاد نہیں تھی، وہ سب یہاں قیام کرتے تھے، یعنی مہاجرین کے لیے یہ ایک guest house بنا دیا گیا تھا کہ یہاں پر آکر ٹھہریں گے اور تعلیم بھی حاصل کریں گے۔ اسی وجہ سے اسے "بیت العزاب" بھی کہا جاتا تھا۔ نبی ﷺ ہجرت کر کے آئے تو مقامِ قبا میں حضرت کلثوم بن الہدم کے گھر پر قیام فرمایا۔ انہی کے گھر کے قریب بیت الغراب تھا آپ ﷺ موقع بہ موقع وہاں تشریف لے جاتے تھے اور صحابہ کرام جو ہجرت کر کے آئے تھے، ان کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔ (الاصابہ، تذکرہ سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ)

اسی طرح ہجرت سے پہلے، دوسرے قبیلوں میں تعلیم جاری تھی جن میں عمرو بن عوف،

بنواشہل، بنوسالم، بنونجار اور بنوظفر وغیرہ شامل تھے۔ان کے مدارس میں تعلیم کا انتظام تھا اوران حلقات میں وہی معلم تھے جو ائمہ مساجد تھے۔اس دوران تعلیم کیا دی جاتی تھی؟ ایک تو قرآنِ حکیم کی تعلیم تھی اور دوسرے نماز کی تعلیم دی جاتی تھی، دینی امور کی تعلیم وتربیت بھی دی جاتی تھی، سورتیں یاد کروائی جاتی تھیں اور یہ حلقہ جات وقت کی پابندی سے آزاد تھے کیونکہ آنے والے مفلوک الحال تھے، مدینہ سے آنے والے لوگوں کے حالات بہت خراب تھے لہٰذا لوگ جس وقت پہ بھی آنا چاہتے آسکتے تھے۔صبح وشام یہ سلسلہ جاری رہتا تھا اور آنے والے ان اساتذہ سے رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے۔

4۔ مدرسۂ صفہ:

ہجرت کے بعد کے مدارس میں ہم دیکھتے ہیں محسن انسانیت ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد مدرسۂ صفہ کا آغاز ہوا۔ابتداء میں اسے مسجد یا حلقہ کا نام دیا جاتا تھا اور یہ نام بہت بعد تک جاری رہا۔نبی ﷺ کا یہ معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد ستونِ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے جاتے جہاں پہلے اصحابِ صفہ،ضعفاء اور مساکین اور باہر سے آنے والے افراد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے، انتظار میں رہتے کہ اللہ کے رسول ﷺ آئیں گے اور پھر ہمیں اللہ کی کوئی بات بتائیں گے۔اس حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح کے وقت ان کی تعلیمی مجالس کا اہتمام کرتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز ادا فرما لیتے تو ہمارے پاس بیٹھ جاتے۔ہم میں سے کوئی آپ ﷺ سے قرآن کے حوالے سے سوال کرتا،کوئی مسائل کے حوالے سے دریافت کرتا اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا۔اس سے پتہ لگتا ہے کہ لوگوں کی تعلیم وتربیت کا بھی انتظام تھا اور ان کی ذہنی الجھنوں کو دور کرنے کا بھی اہتمام تھا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مجلس کی کیا صورتحال تھی؟ ان مجلسوں میں کیا ہوا کرتا تھا؟ ایک سوال جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کیا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے؟ یہ پوچھنے کے لیے کہ اس وقت کی مجلسیں کیسی ہوا کرتی تھیں؟ لوگ کیسے بیٹھتے تھے؟ کیسے دین کو سیکھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''ہاں میں بہت دیر تک آپ ﷺ کی خدمت میں موجود رہتا تھا، جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا تھا آپ ﷺ مصلے پر موجود رہتے تھے اور سورج نکلنے کے بعد اٹھ کر مجلس میں تشریف لاتے تھے۔ اس مجلس میں صحابہ رضی اللہ عنہم زمانہ جاہلیت کے واقعات بیان کرتے تھے، آپ ﷺ ہنستے اور مسکرا دیتے تھے۔ ماضی کی باتیں بھی یاد کرتے تھے کہ کبھی ہم دکھ اور تکلیف کی زندگی گزار رہے تھے، اپنوں کے درمیان مکہ میں تھے لیکن بڑی تکلیف میں تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں گھلے ملے رہتے تھے۔ (بخاری: 6129) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہم سے ہنسی مذاق کی باتیں کرتے ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں صرف حق بات کیا کرتا ہوں۔'' (ترمذی: 1990) ہمارے ہاں تو مذاق میں جھوٹ بولنے کا بہت رواج ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کا مذاق بھی خالص اور حق پر مبنی ہوا کرتا تھا۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی مجھے دیکھتے تھے، دیکھ کر مسکراتے تھے۔ (مسلم: 6363) حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے بیان کر دیا ورنہ آپ ﷺ کی مسکراہٹ تو ہر ایک کے لیے تھی، باقی لوگوں سے بھی اس کا ہمیں تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک محبوب مشغلہ نبی ﷺ کو دیکھنا تھا۔ وہ آپ ﷺ کی طرف نظریں لگائے رکھتے تھے، اس کے باوجود آپ ﷺ کو دیکھ کر

کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ قیامِ تعظیمی آپ ﷺ کو پسند نہیں تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جانتے تھے کہ آپ ﷺ کو یہ بات ناگوار لگتی ہے اس لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔

نبی ﷺ کی مجلس پر وقار ہوا کرتی تھی۔ شرکاءِ مجلس ہمہ تن متوجہ رہتے تھے۔ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے گردیوں بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اتنا ہمہ تن متوجہ بیٹھتے تھے۔ (الاصابہ، تذکرہ اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ)

اسی طرح سے روایت ہے کہ ایک بار ایک شخص مجلس سے اٹھا تو اس کی جگہ دوسرا فرد بیٹھ گیا، کچھ دیر بعد پہلا شخص واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے بیٹھنے والے سے فرمایا کہ ''تم اس کی جگہ سے ہٹ جاؤ۔ ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہے۔'' (مسلم:5689)

رسول اللہ ﷺ بٹھانے کے لیے بھی کیسے ترتیب کا خیال رکھتے تھے، discipline maintain رکھتے تھے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مہاجرین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے بعض لوگ عریانیت کی وجہ سے ایک دوسرے سے جڑ کر بیٹھتے تھے کہ کپڑے اتنے ہوتے نہیں تھے اور اگر لباس کی کیفیت یہ ہو کہ اسے تہہ بند کے طور پر باندھنا ہو تو پھر خوف رہتا ہے کہ کہیں کھل نہ جائے۔ فرماتے ہیں کہ ایک قاری ہمیں قرآن پڑھا رہا تھا۔ اسی حال میں آپ ﷺ ہمارے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر قاری خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے سلام کر کے پوچھا: ''تم لوگ کیا کر رہے ہو''؟ ہم نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ایک قاری قرآن پڑھا رہا ہے، ہم سن رہے ہیں''۔ ہمارا جواب سن کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایسے لوگوں کو میری امت میں پیدا کیا ہے جن کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے''۔ یعنی وہ لوگ جن کے ساتھ میں بیٹھنا چاہوں، جو علم حاصل کرتے ہیں، سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو ایسے افراد انتہائی پسند تھے

اور ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ یہ کہہ کر ہمارے درمیان بیٹھ گئے تا کہ آپ ﷺ ہم لوگوں کے سامنے رہیں، پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اسی طرح سے بیٹھو۔ حاضرینِ مجلس اسی طرح سے دائرہ بنا کر بیٹھ گئے کہ سب کا چہرہ آپ ﷺ کی طرف ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فقراء اور مہاجرین! تم کو قیامت کے دن مکمل نور کی بشارت ہو، تم لوگ مالداروں سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ دنیا کے دنوں کے حساب سے پانچ سو سال ہے۔ یعنی پانچ سو برس دوسرے لوگوں سے جلدی داخل ہو گے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں اس جیسی نعمت سے نہیں نوازا۔ یہ روایت ابوداؤد کی ہے اور کتاب العلم میں موجود ہے۔

مدینہ کے دیگر مدارس بھی تھے مسجدِ نبوی کے مدرسہ صفہ کے علاوہ دورِ نبوی میں جگہ جگہ تعلیم و تعلم کے لیے مساجد میں بھی انتظام تھا۔ اسی طرح محلوں اور قبیلوں میں حتیٰ کہ راستوں تک میں تعلیم گاہیں موجود تھی۔ سفر میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیم دی یہ کچھ عرصے کی دی گئی تعلیم نہیں رہی بلکہ یہ باقاعدہ ایک movement کیسے بنی؟ کہ آپ ﷺ سے لوگوں نے سیکھا اور پھر انہوں نے آگے سکھایا۔ ایک لگن تھی، ایک تڑپ تھی کہ جہاں بھی کوئی ملے گا، اسے یہ تعلیم ضرور دینی ہے چاہے راستے میں ملے، چاہے گھر کے اندر ملے۔ تعلیم کا یہ سلسلہ باقاعدہ بھی تھا لیکن informal education کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے دور میں مختلف جگہوں پر تعلیم کیسے دی جاتی تھی؟ قرآن وسنت اور فقہ کے مذاکرے ہوتے تھے، لوگ آپس میں اللہ کی کتاب کے بارے میں گفتگو کرتے تھے مثلاً اس آیت کے کیا معنی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے، اس سے کیا معنی نکلتے ہیں؟ اس

کے مطابق اپنی زندگی میں کیسے عمل کریں؟ فلاں مسئلہ درپیش ہے تو اس کا اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں کیا حکم ہے؟ اسے فقہ کہتے ہیں۔ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایک طبقے کی تعریف وتوصیف کی جو لوگوں کو دین سکھاتے تھے۔اسی طرح ایک بار فرمایا:

''کیا بات ہے کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں کو نہ تو دین کی سمجھ کی تعلیم دیتے ہیں، نہ علم سکھاتے ہیں نہ وعظ اور نصیحت کرتے ہیں، نہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، نہ برائی سے روکتے ہیں۔لوگوں کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں کو نیکی کا حکم دیں، برائی سے منع کریں، وعظ اور نصیحت کریں، لوگوں کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کریں، ان سے دین کی سمجھ لیں، وعظ اور نصیحت قبول کریں ورنہ خدا کی قسم! میں ان سب لوگوں کو سزا دوں گا''۔

یہ آپ ﷺ کی تعلیمی تحریک کا ایک اور اہم پہلو ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس علاقے کی مینجمنٹ کر رہے تھے کہ اب لوگ اگر اپنے پڑوسیوں سے نہیں سیکھیں گے، اگر اس دین کو نہیں سمجھیں گے تو پھر ان کو سزا دی جائے گی۔

یہ کہہ کر نبی ﷺ منبر سے اترے تو صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آپ ﷺ نے کن لوگوں کے بارے میں یہ باتیں کہی ہیں؟ بعض لوگوں نے بتایا کہ اشاعرہ مراد ہیں، یہ لوگ اہلِ فقہ ہیں اور ان کے پڑوسی جاہل اور بدوی لوگ ہیں۔جب یہ بات اشاعرہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ سے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ایک جماعت کا تذکرہ خیر کے ساتھ فرمایا اور ہمارا تذکرہ زجروتوبیخ کے ساتھ کیا، ہمارا کیا قصور ہے؟ آپ ﷺ نے ان سے وہی باتیں بیان کیں۔اشاعرہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس سے پہلے کہ آپ ﷺ ہمیں سزا دیں، ہمیں ایک سال کی مہلت دیں۔آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول کی اور ایک سال میں انہوں نے اپنے علاقے کے لوگوں کو دین کی

تعلیم دی، علم سکھایا، وعظ اور نصیحت کی۔ یہ روایت مجمع الزوائد کی ہے۔

اس روایت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک سال میں انہوں نے سارے بدوؤں اور ان پڑھ لوگوں کو قرآن کی تعلیم سے آراستہ کردیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا نظامِ تعلیم ہے، جو جہاں ہے، جس مقام پر ہے، وہاں اس کے اردگرد پھر جہالت نہ ہو، اردگرد کا پورا علاقہ چاہے کوئی بچہ ہے، بڑا ہے، عورت ہے، مرد ہے پھر اس علاقے کے اندر اللہ کے دین کی تعلیم کو عام ہوجانا چاہیے۔ اشاعرہ نے جب تعلیم دی تو جگہ جگہ تعلیم کا یہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ بدوی بھی پھر تعلیم دینے لگے، پھر وہ لوگ جن کے بارے میں سوچا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ یہ بھی کبھی تعلیم یافتہ ہوسکتے ہیں انہوں نے بھی تعلیم حاصل کی اور اس کو آگے پھیلایا۔

گھریلو مدارس:

ایک بڑا زبردست سلسلہ گھریلو مدارس کا تھا۔ عہدِ نبوی ﷺ میں گھر گھر تعلیم کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ جس دور میں آئے تھے صرف تین افرد لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور اب سب لکھنا پڑھنا سیکھ گئے۔ یہ ایک تعلیمی انقلاب ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے پیدا کیا۔ تین افراد جہاں لکھنا پڑھنا جانتے ہیں اور اب کیا صورتحال ہے؟ اب کوئی فرد ایسا بچا ہی نہیں جو نہ جانتا ہو، سب کے سب سیکھ گئے۔ کیسی movement تھی جو آپ ﷺ نے چلائی! اور آپ ﷺ کے دور میں گھریلو مدرسے کا بھی آغاز ہوگیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم، ان کے بچے، ان کے پوتے، ان کی بیویاں، قرآن کی تعلیم سے استفادہ کرنے والوں میں سے ہوگئے۔ ایک دفعہ نبی ﷺ نے علم کے اٹھ جانے کی بات کی تو حضرت زیاد بن لبید انصاری بیاضی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ! آپ کہتے ہیں ہم سے علم اٹھ جائے گا، کیسے اٹھ جائے گا؟ حالانکہ ہم نے قرآن پڑھ لیا۔ خدا کی قسم! ہم اسے پڑھتے ہیں، ہماری عورتیں اسے پڑھتی ہیں، ہمارے لڑکے اسے پڑھتے ہیں،

یعنی انہوں نے بھی سیکھ لیا۔ (الاصابہ، تذکرہ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ)

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تعلیم کے لیے گھریلو مدارس کا کثرت سے اجراء ہو گیا تھا۔

شبینہ مدارس:

رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ night classes بھی ہوتی تھیں، شبینہ مدارس تھے۔ جہاں پر دن میں کلاسز نہیں ہو سکتی تھیں، وہاں رات کی کلاسز ہوا کرتی تھیں۔ عہدِ نبوی ﷺ میں مدینہ کی مسجدوں کے امام قرآنِ حکیم کی تعلیم دیتے تھے، رات اور دن کی قید نہیں تھی۔ جو دن بھر روزی کماتے تھے وہ رات میں آ کر اللہ کے دین کو سیکھتے تھے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ اس دین کو سیکھے، اس پر عمل کیے، اس کو پھیلائے اور اس کے نظام کو قائم کیے بغیر اللہ تعالیٰ ہمیں قبول نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ کے یہاں ہماری کوئی value نہیں ہو گی اور ان مدارس میں جو ائمہ مقرر کیے جاتے تھے وہ نبی ﷺ سے فارغ التحصیل ہونے والے لوگوں میں سے ہوتے تھے۔ یہ لوگ امامت بھی کراتے تھے اور تعلیم بھی دیتے تھے اور لوگ ذوق و شوق سے حاضر ہوا کرتے تھے۔

اسی طرح سے ہم دیکھتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انصار کے 70 لوگوں کے بارے میں بیان کیا کہ جب رات ہو جاتی تو وہ مدینہ میں اپنے معلم کے یہاں آ جاتے اور قرآن پڑھنے میں رات گزارتے۔ پوری رات پڑھنے کا سلسلہ جاری رہتا، صبح کو جس میں طاقت ہوتی لکڑی اور میٹھا پانی لاتا، جس کو وسعت ہوتی بکری لا کر دیکھ بھال کرتا۔ یہ شبینہ مدارس قرآنِ حکیم کے تعلیم و تعلم کے لیے رات بھر مصروفِ عمل رہتے تھے۔

یہ تو تھی مدینہ کے اندر کی صورتحال۔ مدینہ تو تعلیم یافتہ ہو گیا، مکہ میں بھی یہ تحریک چلی۔ اب مدینہ سے باہر کی صورتحال کیسی تھی؟

قبائلِ عرب کی کے لیے تعلیمی انتظامات:

مدینہ سے باہر قبائلِ عرب کی تعلیم کے لیے رسول اللہ ﷺ نے کیا اقدامات کیے؟
آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت کے لیے ذمہ دار افراد مقرر کیے تھے جو نبی ﷺ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہیں جا کر تعلیم دیا کرتے تھے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے تدوینِ حدیث میں اس کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

بعض اوقات آپ ﷺ یہ انتظام بغیر کسی کی فرمائش کے کرتے اور بعض اوقات بیرونی افراد اور قبائل کی درخواست پر کیا کرتے تھے۔ جب لوگ درخواست کرتے تو آپ ﷺ معلم کو مقرر کر دیتے تھے یعنی مختلف علاقوں کے لیے معلم مدینہ کے مرکز سے مقرر ہوتے تھے۔ مثلاً اس شہر کے لوگ اگر تعلیم حاصل کریں اور ان کو depute کر دیا جائے، کسی کو لاہور میں، کسی کو کراچی میں، کسی کو ملک سے باہر تو یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے عہد سے چلا، یہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے اور آپ ﷺ نے قبیلہ عضل اور قارہ کے ایک وفد کی فرمائش پر کہ انہوں نے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیں، وہ ہمیں دین کی تعلیم دیں، قرآن پڑھائیں، اسلام کے شرائع اور ارکان سمجھائیں اور سکھائیں۔ ان کی اس درخواست پر نبی ﷺ نے چھ قراء کو بھیجا۔ یہ حفاظِ قرآن تھے جن میں مرثد بن ابی مرثد، خالد بن بکیر، خبیب بن عدی، عاصم بن ثابت، زید بن دشنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ یہ افراد چشمہ رجیع پر پہنچے تو کافروں نے ان سب کو شہید کر دیا اور خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو مکہ لا کر فروخت کر دیا اور بالآخر کفارِ مکہ نے انہیں بھی شہید کر دیا۔

جن لوگوں نے خبیب رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی پڑھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا۔ جہاں یہ قید تھے ان گھر والوں سے اپنی ضرورت کے لیے استرا طلب

کیا، اور گھر کے مالک بکا چہ کھیلتے کھیلتے ان کے پاس آ گیا اور ان کی گودی میں بیٹھ گیا۔ ماں نے دیکھا تو اس کی جان نکل گئی کہ خبیب رضی اللہ عنہ اس بچے کو ڈھال بنا کر وہاں سے نکل سکتے تھے لیکن خبیب رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ بچے کی گردن کاٹ سکتے تھے، اپنی آزادی کا سلسلہ کر سکتے تھے لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا کام نہیں کروں گا اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو باوجود ان کی اتنی اعلیٰ ظرفی کے ان کافروں نے شہید کر دیا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو قیس کی ایک شاخ کے پاس بھیجا۔ ان کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے قبیلہ بنو قیس کے یہاں بھیجا تا کہ میں ان کو اسلام کے شرائع اور احکامات کی تعلیم دلواؤں۔ اسی طرح نجران کے قبیلہ بنو حارث بن کعب کی طرف نبی ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو اسلامی لشکر کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ جنگ سے پہلے انہیں تین بار اسلام کی دعوت دیں اور ان کی دعوت پر وہ بہ رضا و رغبت مسلمان ہو گئے۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی طرف سے حضرت خالد بن ولید مقرر تھے جنہوں نے اسلام کو پھیلانے کے لیے، اس کی تعلیم دینے کے لیے میدانِ جنگ جیسی جگہ کو بھی نہیں چھوڑا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو ان کے ساتھ جہاد نہیں ہوگا، انہیں یہ تو بتاؤ کہ ان کا مالک کون ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وہ پلٹ آئیں۔

مدینہ میں آنے والے وفود کے لیے تعلیمی انتظامات:

اسی طرح مدینہ آنے والے وفود کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تعلیم کے لیے بھی باقاعدہ انتظام تھا۔ مدینہ میں درسگاہِ نبوی میں دور دراز سے وفود حاضر ہوتے تھے۔ ان کا قیام وقتی ہوتا تھا، کچھ عرصے کے لیے یہ آتے تھے، ان کے لیے Short Courses، مختصر مدت کے پروگرام ہوتے تھے تا کہ یہ لوگ واپس جا کر اپنے قبیلے والوں کو تعلیم دیں۔ یہ لوگ سفر کی مشقتیں برداشت کرتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

بحرین سے نبی ﷺ کی طرف قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد آیا۔ ارکانِ وفد نے بیان کیا کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان مضر قبیلہ حائل ہے اور ہم آپ ﷺ کے پاس حرام مہینوں میں ہی آسکتے ہیں، آگے پیچھے نہیں آسکتے۔ آپ ﷺ ہمیں ایسی باتیں بتادیں کہ ہم جا کر اپنے علاقے والوں کو بھی تعلیم دیں اور جنت میں چلے جائیں۔ یہ روایت بخاری کی ہے۔

وفود کی تعلیم پر آپ ﷺ نے خصوصی توجہ دی۔ نبی ﷺ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی قرآنِ حکیم کے احکامات کی تعلیم دیتے تھے۔

اسی طرح وفدِ ثقیف کو نبی ﷺ نے خیموں کے اندر ٹھہرایا۔ ایسا انتظام آپ ﷺ نے کیوں کیا؟ تاکہ وہ مسجد کے اندر ہونے والی سرگرمیوں کو دیکھیں، لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھیں گے تو ترغیب ملے گی، سیکھیں گے کہ کس طرح لوگوں کے مابین محبت ہے؟ کیسا تعلق ہے؟ یہاں لوگ کیا کرنے آتے ہیں؟ کس ٹائم پہ آتے ہیں؟ پورے وفد کو مشاہدے پہ بٹھا دیا کہ وفود دیکھیں گے تو ان کے لیے سیکھنا زیادہ آسان ہو جائے گا۔ یہ روایت ہمیں طبقات ابنِ سعد میں ملتی ہے۔

اسی طرح وفدِ خولان کے لیے نبی ﷺ نے خاص طور سے فرمایا کہ انہیں قرآن و سنت کی تعلیم دی جائے اور اسی طرح سے قبیلہ بنی مراد کے فروا کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آئے اور وہ ان سے قرآن اور اسلام کے فرائض اور احکامات کی تعلیم پاتے تھے۔

مسیلمہ کذاب کے بھیجے ہوئے وفد میں سے وبرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ دوسرے ارکانِ وفد واپس چلے گئے لیکن وبرہ نبی ﷺ کی خدمت میں رہ کر قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے

حتیٰ کہ اپنے نبی کے وصال کے بعد اپنی والدہ کے پاس مقامِ عقر میں چلے گئے۔

اسی طرح سے آپ ﷺ کے پاس کثرت سے وفود آتے تھے۔ سارے وفود کا تذکرہ کرنا تو ممکن نہیں لیکن باہر سے جس علاقے میں بھی تعلیم پہنچی اور ان کے دلوں میں رغبت پیدا ہوئی اور وہ لوگ آتے تھے، کچھ نہیں تو شارٹ کورس ضرور کر جاتے تھے کہ ہمیں اتنا تو بتا دو کہ جس کی وجہ سے ہمارے لیے آسانی پیدا ہو جائے اور بعض لوگ فرمائش کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ کوئی استاذ بھیج دیں، ایسا کوئی فرد بھیج دیں کہ جو ہمیں دین کی تعلیمات سکھائے۔

یوں آپ ﷺ نے اس تعلیمی تحریک کو عام کیا۔ آپ ﷺ نے سب کو تعلیم دی اور آپ یہ دیکھئے کہ کس قدر مشکل حالات تھے جب بدر کی جنگ ہوئی اور اس جنگ میں قیدی ہاتھ آئے تو مسلمانوں کے پاس مالدار ہونے کا بہت اچھا موقع تھا لیکن بدر کی جنگ میں قید ہو کر آنے والوں کے لیے پہلی پیشکش رکھی گئی کہ جو لوگ تعلیم یافتہ ہیں، اگر دس ان پڑھ افراد کو تعلیم دے دیں تو ان کو آزادی دے دی جائے گی۔ یوں آپ ﷺ نے ان کے توسط سے باقی افراد کو بھی لکھنا پڑھنا سکھایا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصار کے لڑکوں میں شامل تھے، انہوں نے بھی جنگی قیدیوں سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بعد میں کاتبِ وحی بنے۔ کتابت کہاں سے سیکھی تھی؟ جنگی قیدیوں سے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی دور اندیشی تھی کہ دشمنوں سے بھی وہ کام لے لیتے تھے جو اپنے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس دور میں پڑھنے لکھنے والے افراد کی تعداد کم تھی۔

سفری تعلیم:

سفری تعلیم کا ایک بڑا ہی دلچسپ سلسلہ ہے۔ نبی ﷺ کی ذات ایک متحرک درس گاہ تھی۔ آپ ﷺ نے تعلیم و تعلم کا سلسلہ سفر کے دوران بھی جاری رکھا مثلاً پہلے آپ ﷺ کے سفر چھوٹے ہوتے تھے۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے تھے، اس وقت

آپ ﷺ بازاروں میں نکل جاتے تھے اور تعلیم کے فرائض انجام دیتے تھے۔ پھر شوال دس نبوی میں نبی ﷺ مکہ سے بیرونی سفر کے لیے وعظ کرنے کے لیے نکلے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے سب کو اللہ کے رسول ﷺ نے تعلیم دی۔ عموماً جب طائف کی بات آتی ہے صرف پتھر کھانے کی بات ہی آتی ہے اور تعلیمی سلسلہ درمیان میں ہی رہ جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے ان قبائل کو تعلیم دی اور طائف میں آپ ﷺ نے دس دن قیام کیا تھا اور ایک ایک کے پاس گئے، ان سے باقاعدہ logical reasoning کی۔ یہ اور بات ہے کہ انہوں نے باقاعدہ ان کی دعوت کو قبول نہ کیا لیکن آپ ﷺ کی کوشش بہر حال اپنی جگہ پر ہے۔

اسی طرح سے ذی قعدہ دس نبوی میں نبی ﷺ مکہ تشریف لائے۔ یہاں پر پھر رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن قبائل کو نبی ﷺ نے اسلام کی دعوت دی، ان میں سے کچھ قبائل کے نام یہ ہیں: بنو عامر بن صعصعہ، فزارہ، سلیم، عبس اور اسی طرح کچھ اور قبائل ہیں۔ اسی طرح امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک ہی سال موسمِ حج میں انہیں اسلام کی تعلیم پیش کی اور آپ ﷺ بار بار تعلیم کا یہ سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ نبوت کے چوتھے سال سے ہجرت سے پہلے پہلے کے آخری موسمِ حج تک دس سالہ مدت تک یہ سلسلۂ تعلیم جاری رہا۔ یہ بھی سفری سلسلۂ تعلیم اس لیے ہے کہ اس کا کوئی ایک مقام نہیں تھا۔ آپ ﷺ خود موبائل تھے، اس لیے جگہ جگہ خود جا کر تعلیم دیتے تھے۔

اسی طرح سفرِ ہجرت میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقامِ غمیم ایسا مقام ہے جہاں آپ ﷺ نے خود بنفسِ نفیس ان لوگوں کو سورۃ مریم سکھائی تھی اور ابنِ سعد نے لکھا ہے کہ جب نبی ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، مقامِ غمیم میں

پہنچے تو بریدہ بن حبیب اسلمی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ سے کچھ سیکھنے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے ان کو دعوتِ اسلام دی، جو لوگ ان کے پاس تھے سب ان کے افراد تھے۔ نبی ﷺ نے جب عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے بھی پیچھے نماز پڑھی تھی اور آپ ﷺ نے اس رات بریدہ رضی اللہ عنہ کو سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تعلیم دی تھی۔ کتنی مبارک رات ہے رسول اللہ ﷺ کے سفر کی رات اور کتنی تلخ رات بھی تھی کہ آپ ﷺ کو پکڑے جانے کا ڈر بھی تھا لیکن تعلیم کا سلسلہ رکا ہی نہیں، نہ سفر میں، نہ قیام کی حالت میں۔ جب غزوۂ بدر اور احد کے بعد بریدہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آئے تو انہوں نے باقی سورہ مریم بھی پڑھ لی تھی اور پھر نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ میں رہنے لگے کیونکہ اس وقت مرکز کی اہمیت کو واضح کیا گیا تھا، جو بھی مسلمان ہوتا تھا اس کے لیے لازم تھا کہ وہ مدینہ آ جائے۔

نوجوانوں کے لیے تعلیمی انتظامات:

نوخیز مسلمانوں کے لیے بھی اللہ کے رسول ﷺ نے تعلیمی انتظامات کیے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے مدینہ کے تعلیم یافتہ افراد کو معلم بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ مثلاً معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تھا اور یہ صرف وہاں کا انتظام نہیں کرتے تھے، قرآنِ حکیم کی تعلیم بھی دیتے تھے اور اسی طرح سے اہلِ عمان مسلمان ہو گئے تو علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے بھیجا گیا اور نبی ﷺ کے وصال تک یہ دونوں افراد ان خدمات کو انجام دیتے رہے۔

نبی ﷺ نے نوجوانوں کو ذمہ داری کے مناسب پر بھی فائز کیا۔ ان کے حق میں دُعا بھی کی۔ آپ ﷺ نے عتاب رضی اللہ عنہ کو مکہ کی امارت دی، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو امیر اور معلم بنایا، عثمان بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو طائف کی امارت دی۔

بچوں کے لیے تعلیمی انتظامات:

رسول اللہ ﷺ مقامی بچوں پر بھی انتہائی شفقت اور مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ان کی تعلیم کے حوالے سے خصوصی توجہ دیتے تھے۔سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں میں کم سن تھا۔آپ کے اقوال ﷺ اور احادیث کو یاد کرتا تھا۔بچوں میں، جوانوں میں، ہر طبقے کے لوگوں کے اندر یہ ایک علمی تحریک تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے بچپن میں قرآنِ حکیم کو یاد کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال کا تھا جب نبی ﷺ کا وصال ہوا اور میں محکمات پڑھ چکا تھا یعنی میں نے قرآنِ حکیم کے بنیادی احکامات اس وقت تک سیکھ لیے تھے۔اس سے ہمیں پتہ چلتا تھا کہ دس سال کے بچوں کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے تعلیم دی تھی۔

آپ ﷺ کے انتظامات صرف مدینہ کے بچوں اور مدینہ کے جوانوں کے لئے نہیں تھے بلکہ بیرونی بچوں اور جوانوں کے لیے بھی انتظامات کیے تھے۔وفود کے ساتھ بچے بھی بڑے شوق کے ساتھ آتے تھے اور وفدِ فزارہ میں حر بن قیس کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے کہ وہ ارکانِ وفد میں سب سے چھوٹے تھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاتے ہوئے انہیں پیچھے چھوڑ جاتے تھے اور یہ چھپ چھپا کر پہنچ جاتے تھے کہ میں کیوں نہ وہ تعلیم حاصل کروں جو سب حاصل کر رہے ہیں۔اس طرح سے بچوں کی بھی تعلیم سے محبت کا پتہ چلتا ہے۔(زاد المعاد)

بنی تمیم کے وفد میں تیس لڑکے شامل تھے جن میں سفیان بن حزیل رضی اللہ عنہ کے لڑکے قیس رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے اپنے والد سے کہا مجھے اجازت دیں میں آپ کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس چلوں اور اللہ کے دین کو سیکھوں اور اسی طرح وفد ثقیف میں عثمان بن العاص ثقفی رضی اللہ عنہ

سب سے کم عمر تھے۔اہلِ وفدان کو اپنی قیام گاہ پر سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑ جاتے تھے، جب دوپہر میں آ کر سو جاتے تھے تو عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ چپکے سے دین کی باتیں سیکھنے کے لیے چلے جاتے تھے، آپ ﷺ سے قرآن پڑھتے اور آپ ﷺ ان کے دینی لگاؤ اور محنت سے بہت زیادہ خوش تھے اور ان سے اظہارِ محبت کرتے ہوئے بعد میں انہیں امیر بنایا تھا کہ ان کے دل کے اندر دین کا اتنا جذبہ موجود ہے کہ یقیناً یہ دینی معاملات میں انصاف کریں گے حالانکہ عمر میں یہ سب سے چھوٹے تھے۔ یہ روایت طبقات ابنِ سعد کی ہے۔

اسی طرح بخاری کی روایت ہے کہ دور دراز سے طلباء اپنا نصاب وغیرہ حاصل کر کے اپنے وطن کو واپس لوٹ جاتے تھے۔

بزرگوں کے لیے تعلیمی انتظامات:

بزرگوں کے لیے بھی اللہ کے رسول ﷺ نے تعلیمی سلسلہ شروع کیا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ کے پاس ایسے افراد آتے جو اپنی معذوری اور مجبوری بیان کر کے دینی رغبت ظاہر کرتے تو آپ ﷺ ان کے بڑھاپے کو محسوس کرتے ہوئے ان کو مناسب تعلیم دیتے تھے۔حضرت معاویہ بن یسار رضی اللہ عنہ 100 سال کے تھے۔ یہ اپنے بچے کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ بزرگوں کو تعلیم دیتے ہوئے خیال رکھتے تھے کہ بہت زیادہ نہ دی جائے ،انہیں ان کے لحاظ سے ضروری معلومات بہم پہنچائی جاتی تھیں۔

ابوریحانہ ازدی کا بیان ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ قرآن پڑھنے سے مجھے مشقت ہوتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کثرت سے پڑھا کرو۔ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے پڑھائیے۔آپ ﷺ

نے کہا کہ تم ذوات الراء کی تین سورتیں یاد کرلو۔اس نے کہا: میری عمر زیادہ ہوچکی ،دل سخت ہوگیا،زبان موٹی ہوگئی۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اچھاتم ذواتِ حٰم کی تین سورتیں پڑھ لو۔اس نے اس پر بھی وہی جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ذوات السبح کی تین سورتیں پڑھ لوتواس نے اپنی بات کودہراتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ مجھے ایک جامع سورت پڑھا دیجئے۔اس پر آپ ﷺ نے انہیں سورۃ الزلزال پڑھادی یعنی جب آپ ﷺ نے انہیں لمبی لمبی سورتیں یاد کرنے کا کہا تو وہ کہتے ہیں کہ میری زبان موٹی،عقل چھوٹی ہے،میرے لیے بڑا مشکل ہوگیا تو آپ ﷺ نے سورہ الزلزال پڑھائی تواس نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کوحق کے ساتھ بھیجا! میں اس سے زیادہ کبھی نہیں پڑھوں گا۔اس کی یہ بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آدمی کامیاب ہوگیا کہ چلوایک سورۃ سیکھی اور وہ اچھی طرح اندر اتر گئی۔

خواتین کے لیے تعلیمی انتظامات:

رسول اللہ ﷺ نے خواتین کی تعلیم پر بھی خصوصی توجہ فرمائی،ان کے مناسب حال انتظام کیا۔خواتین مردوں کے ساتھ مسجدِ نبوی میں یہ تعلیم حاصل نہیں کیا کرتی تھیں،رسول اللہ ﷺ ان کے خصوصی حلقوں میں جا کرتعلیم دیا کرتے تھے۔اسی طرح وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے استفادہ کرتی تھیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی بیویوں اورعورتوں کوتعلیم دیتے تھے۔

صحیح بخاری کی کتاب العلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ سے تعلیم لینے میں مردہم پر سبقت لے گئے،اس لیے اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لیے مقرر فرمائیے۔آپ ﷺ نے ایک دن مقرر کرلیا جس میں خصوصاً خواتین کو وعظ اور احکامات سناتے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کی طرح صحابیات

میں بھی محدثات ،فقیہات، عالمات، فاضلات اورکاتبات بنیں جنہوں نے دین کا علم حاصل کیا اور سکھایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امت کی فقیہہ تھیں اور ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کی کسی عورت کو اگر فقیہہ سمجھا ہے تو زنب ؓ کو سمجھا ہے وہ اپنے زمانے کی عورتوں میں سے سب سے زیادہ فقیہہ تھیں یعنی سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زیرِ اہتمام جتنے صوبے اور اضلاع تھے، آپ ﷺ نے ان کی تقسیم کردی تھی۔ تعلیمی سلسلے میں آپ ﷺ نے ایک inspection team بنائی تھی۔ نبی ﷺ مسجدِ نبوی کے حلقہ ہائے درس کا معائنہ اکثر کیا کرتے تھے۔ دوردراز کی بستیوں کے تعلیمی انطامات کا جائزہ لینے کے لیے افراد مقرر کیے جاتے تھے۔ ان مقامات سے نوعمر، ذہین افراد کو کچھ عرصے کے لیے اسلامی مرکز میں رکھا جاتا تھا اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ کرکے انہیں واپس اپنے وطن بھیج دیا جاتا تھا۔ یہ روایت ڈاکٹر حمید اللہ کی ہے، اور کتاب 'عہدِ نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی' کے صفحہ 293 پر موجود ہے۔

مؤرخ طبری گیارہ ہجری کے واقعات کو لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ناظمِ تعلیمات بنا کر یمن بھیجا تھا اور وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ کرتے تھے اور مدارس کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی تحریک کی خصوصیات:

آپ ﷺ کی تعلیمی تحریک کی کچھ خصوصیات تھیں:

☆ آپ ﷺ نے علم پر مذہبی حلقوں کی اجارہ داری کو ختم کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں یہ تصور تھا کہ صرف خاص افراد تعلیم حاصل کریں گے، برہمنوں میں بھی یہ تصور موجود ہے کہ، خاص طبقہ تعلیم حاصل کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ اجارہ

داری ختم کی۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے علم کو فریضہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (ابن ماجه: 224)

''علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے''۔

آپ ﷺ نے تمام انسانوں کی تعلیم کو ضروری قرار دیا۔ یعنی غیر مسلموں کے لیے بھی آپ ﷺ نے تعلیمی انتظام کیا۔

علم کے میدان میں عورتوں اور مردوں میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ آپ a کی آمد پر عورت اور مرد کے درمیان اختلاف کا یہ بہت بڑا issue تھا لیکن آپ a نے عورتوں کو محروم نہیں کیا۔

☆ آپ ﷺ کی تعلیم میں خاص پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دین اور دنیا کی وحدت قائم کی، ان کے درمیان اختلاف ختم کردیا۔ یعنی دینی تعلیم اور دنیاوی تعلیم الگ الگ نہیں تھی، مسلمانوں نے سائنسی تعلیمات بھی دین کا حصہ سمجھتے ہوئے حاصل کیں۔

☆ اپنے اور پرائے کی تفریق کو علم کے میدان میں ختم کردیا۔

☆ آپ ﷺ نے مظاہرِ فطرت کی پرستش کے بجائے ان کی تحقیق کا دروازہ کھولا۔

آپ ﷺ نے نیچرل سائنسز کی تحقیقات کے لیے راستہ کھولا تھا۔

☆ آپ ﷺ علمی خدمات کو صدقۂ جاریہ قرار دیا تھا۔

☆ آپ ﷺ نے علم کے لیے دُعائیں کرنا سکھایا۔

اب ذرا اپنے معاشرے کا جائزہ لیں۔ پہلا عذر جو ہر ایک کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ

کہ ہم تو اب اس عمر کو پہنچ گئے جس میں علم حاصل کرنا اب ہمارے لیے ممکن نہیں۔ ذرا دیکھیے کہ چالیس برس تک رسول اللہ ﷺ کی کیفیت کیا تھی؟ اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں:

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ (الشوریٰ:52)

''تم تو جانتے ہی نہیں تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے''؟

آپ ﷺ کی چالیس برس تک یہی کیفیت تھی۔ آپ ﷺ کا ایک نام اُمی ہے کہ آپ ﷺ نے کسی انسان سے علم حاصل نہیں کیا۔ آپ ﷺ کو خود ربّ العزت نے علم عطا کیا۔ لہٰذا یہ عذر نہیں ہے کہ اس عمر تک اگر ہم علم نہیں حاصل کر سکے تو اب بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر عمر رسیدہ افراد علم حاصل کر سکتے ہیں تو چھوٹی عمر کے افراد تو زیادہ آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ ﷺ کی بعثت چالیسویں برس میں ہوئی۔ آپ ﷺ سے کہا گیا: اقرا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَا اَنَا بِقَارِئٍ. یہ اسلام ہے۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ پڑھیے، آپ ﷺ نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں''۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر کیا کیا؟ تعلیم کا پورا ایک سلسلہ جاری کر دیا۔ ایک فرد کو اٹھا کے خود تعلیم دی اور پوری سوسائٹی کو تعلیم یافتہ کر دیا۔ اور آپ ﷺ کے مَا اَنَا بِقَارِئٍ اور اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا کہنے کے درمیان فاصلے کو دیکھیے کہ کبھی تو خود پڑھے ہوئے نہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ ''مجھے تو معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے''۔ کیسے؟ آپ ﷺ کو خود ربّ العزت نے تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ہستی میں بہترین نمونہ ہے''۔

کیا نمونہ ہے کہ 'پڑھو اور پڑھاؤ'۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (بخاری:5027)

’’تم میں سے بہترین وہ ہیں جو خود قرآن سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں‘‘۔

اب ہم دیکھیں گے ’میری ذات نبی ﷺ کے ذات کے آئینے میں‘۔ نبی ﷺ کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تعلیم دی، آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اہتمام کیا ہوا تھا۔ لہٰذا ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کیسے تعلیم دیں جبکہ ہم خود تعلیم یافتہ نہیں؟ اگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے تعلیم لی تھی تو ہم اُس تعلیم کو حاصل کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دین کی تعلیم سیکھی اور پھر سکھائی۔ ہم کیا کر رہے ہیں؟

کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی طرح علم سیکھ رہے ہیں؟

کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی طرح سکھا رہے ہیں؟

ہم اس فریضے کو کہاں تک پورا کر رہے ہیں؟

ہمیں اپنی ذات کا جائزہ لینا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ مدارس میں تعلیمی نظام قائم کیا، تعلیمی تحریک برپا کی۔ آپ ﷺ نے گھریلو مدارس قائم کیے۔ کیا ہم ایسا نہیں کر سکتے؟ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم گھر گھر میں اس تعلیمی تحریک کو عام کر دیں۔ وہ افراد جو دن میں اپنی تعلیم، جاب، بزنس اور اپنی دیگر مصروفیات کی وجہ سے دین کی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے، ان کے لیے شام یا رات کو کلاسز کا اجراء کیا جا سکتا ہے جیسے شبینہ مدارس کی مثال ہمیں ملتی ہے۔

اسی طرح صرف اپنے شہر میں ہی نہیں بلکہ دوسرے شہروں میں تعلیم عام کرنا ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنانا ہے۔ ایک شخص کی تعلیمی تحریک کا نتیجہ آج ہم سب کا مسلمان ہونا ہے، آج دنیا کے

گوشے گوشے تک اسلام کا پھیلنا ہے لہٰذا آج ہمیں بھی یہ فریضہ انجام دینا ہے۔اس کی ذمہ داری کسی اور کے کاندھوں پر نہیں ڈالنا بلکہ ہم سب نے اکٹھے ہو کے،مل کے یہ سوچنا ہے کہ ہم نے یہ کام کس طرح انجام دینا ہے؟اسی طرح سے وفود کی تعلیم کے سلسلے میں کیا کرنا ہے؟ سفری تعلیم میں موبائل ٹیچر کا role play کرنا ہے۔ جہاں بھی ہوں گے تعلیم دینی ہے، پھر نومسلم علاقوں کے لیے تعلیمی انتظامات کرنا ہیں۔مثلاً مقامی بچوں کے لیے جیسے لائٹ آف اسلام پروگرام ہے اور نوجوانوں،بچیوں اور خواتین کے لیے مختلف شارٹ کورسز سے فائدہ اٹھانا ہے اور دوسروں کے لیے بھی اس کو ممکن بنانا ہے۔دوسروں کو بھی ان ذرائع سے علم سیکھنے کی دعوت دینی چاہیے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے جیسے کوششیں کیں ایسے ہی آج اپنا مال،اپنی صلاحیتیں،اپنا وقت،سب کچھ اللہ کے دین کے لئے لگانا ہماری ذمہ داری ہے۔اس کو پورا کرنے کے لیے اپنی ذہنی رکاوٹوں کو دور کرنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کو جاری رکھنے کے لیے دعوتِ دین کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

(المائدہ:2)

”نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں“۔

عظیم معلم انسانیت

Gist

1۔قبل از نبوت

1۔لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔

2۔یہ عرصہ چالیس (40) برس پر محیط تھا۔

2۔بعثت کے بعد

مکہ میں

1۔دارِارقم۔

2۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر مرکز تعلیم تھا۔

3۔میلوں میں، گھروں میں، حج کے وفود کو تعلیم دینے کا سلسلہ جاری رہا۔

3۔ہجرت کے بعد

1۔صفہ کا چبوترہ (پہلی یونیورسٹی)۔

2۔تعلیمی تحریک

3۔گھریلو مدارس۔

4۔نائٹ کلاسز۔

5۔مدینہ سے باہر قبائل کی تعلیم۔

6۔وفود کی تعلیم۔

7۔ سفری سلسلہ تعلیم۔

8۔ مقامی بچوں اور نوجوانوں کے لئے تعلیم۔

9۔ بیرونی بچوں اور نوجوانوں کے لئے تعلیم۔

10۔ بزرگوں کی تعلیم۔

11۔ خواتین کی تعلیم۔

Self Analysis

نمبر شمار	میری ذات_ نبی ﷺ کی ذات کے آئینے میں	ہاں	نہیں	کسی حد تک	بہت حد تک
1	کیا میں دین کی باقاعدہ تعلیم حاصل کر رہی/رہا ہوں؟				
2	کیا میں دین کی تعلیم سکھانا چاہتی/چاہتا ہوں؟				
3	کیا میں باقاعدہ دینی تعلیمی نظام کی خاطر کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں؟				
4	کیا میں رسول اللہ ﷺ کی طرح تعلیمی تحریک برپا کرنے کے حق میں ہوں؟				

5 کیا میں بچوں کی دینی تعلیم کے لئے
کچھ کرنا چاہتی/چاہتا ہوں؟

6 کیا میں نوجوانوں کی دینی تعلیم کے لئے
کچھ کرنا چاہتی/چاہتا ہوں؟

7 کیا میں بزرگوں کی دینی تعلیم کے لئے
کچھ کرنا چاہتی/چاہتا ہوں؟

8 کیا میں خواتین کی دینی تعلیم کے لئے
کچھ کرنا چاہتی/چاہتا ہوں؟

لیکچر کے بعد حاضرین کے تاثرات

طالبہ: نبی ﷺ کو آج معلمِ انسانیت کے حوالے سے پڑھا، بہت اچھا لگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی اس کے لیے کوشش کریں گے۔ یہ صرف ایک فرد کا یا کچھ مخصوص لوگوں کا فریضہ نہیں ہے۔ جیسے حدیث پڑھی کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے تو آج ہم نے پڑھ لیا، اب ہم یہ بھی اللہ تعالیٰ کو کہہ کر چھوٹ نہیں سکتے کہ ہمیں پتہ نہیں تھا۔ اب تو پتہ چل گیا تو اب انشاء اللہ تعالیٰ اس کو پڑھنا بھی ہے اور اس کو پھیلانا بھی ہے۔ پہلا step لیں گے علم حاصل کرنے کا تو اس علم کو پھیلائیں گے بھی۔

طالبہ: استاذہ کی feelings کے حوالے سے جو میں نے feel کیا، پہلے وہ بتانا چاہوں گی۔ جب وہ نبی ﷺ کی مثال دے رہیں تھیں کہ ایک کھیتی ہے، پھر ایسے کونپل پھوٹی اور ایسے بڑی ہوئی تو مجھے لگا کہ وہ ایک ایک لفظ کو انجوائے کر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس انجوائے کرنے کو انجوائے کیا ہوگا۔ ایک مشن کے بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہونے کی feelings کو اندر لا کر دیکھیں، آپ کو احساس ہوگا کہ یہ کورسز کا کیا سلسلہ ہے۔

دوسری چیز جو مجھے محسوس ہوئی کہ ہر طرف ایک سیلاب سا، ایک دعوت سی شروع ہو گئی، جیسے کرکٹ سیزن شروع ہو جاتا ہے تو ہر جگہ میچ ہی میچ، اچھا کتنا سکور ہو گیا؟ اس کو آؤٹ کر دیا، یہ ہو گیا، وہ ہو گیا، بچہ بوڑھا ہر کوئی اس کو discuss کر رہا ہوتا ہے۔ اس معاشرے کا کیا حال ہوگا جہاں ہر وقت بات ہو کہ ایمان کا کیا حال ہے؟ قرآن کتنا پڑھ لیا ہے؟ ہمیں انشاء اللہ تعالیٰ اس سوسائٹی کو ایسا بنانا ہے کہ قرآن کی بات ہر زبان پہ، ہر دل میں ہو اور اس کے لیے ہم نے ضرور آگے بڑھنا ہے کہ ہماری زبان سے بھی قرآن کے لفظ نکلیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

طالبہ: میں آپ کو وہ بات بتانا چاہتی ہوں جو ہمارے ماں باپ نے ہمیں بتائی تھی کہ کوئی بزرگ تھے، انہوں نے زیتون کا پودا لگانے کے لیے زمین کو کھودنا شروع کر دیا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں اور اب زیتون کا پودا لگا رہے ہیں؟ اس کا پھل تو آپ کو سالوں بعد ملے گا۔ کہنے لگے کہ زیتون کا پھل میں کھا چکا ہوں، تیل بھی پی چکا ہوں حالانکہ وہ درخت میں نے نہیں بویا تھا۔ اگر مجھے یہ سب کچھ مل گیا ہے تو یہ میرا بھی فرض ہے کہ میں بھی دوسرے لوگوں کے لیے محنت کروں اور وہ بھی اسے ایسے کھائیں جیسے میں نے یہ بغیر بوئے کھایا ہے۔ میں نے بھی آپ سے یہی گزارش کرنی تھی کہ جیسے استاذہ نے آپ کے لیے اہتمام کیا ہے، آپ لوگ بھی اپنے گھروں کے اردگرد اس کا اہتمام کریں اور جو لوگ نہیں سیکھ سکے ان کے لیے اہتمام کریں۔

طالبہ: قبیلہ اشاعرہ کے لوگوں نے جیسے ایک سال کی مہلت مانگی تھی تو میں نے بھی انشاء اللہ تعالیٰ لوگوں کو تعلیم سے آگاہ کرنا ہے اور علم سیکھنے کے لیے ادارے میں لے کر آنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

طالبہ: میرے گھر پر بھی شارٹ کورسز ہو رہے ہیں الحمدللہ لیکن جب رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنی تو مجھے بہت خوشی ہوئی، اللہ کرے کہ آپ سب لوگ بھی ایسا کریں اور اجر پائیں۔ جب گھر میں کورس ہوتا ہے تو بہت خوشی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ہمارے گھر سے لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔ یہی بچی خوشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے۔

طالبہ: آج یہ سب کچھ سن کر جو feelings میرے اندر تھیں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے حوالے سے خاص طور سے ایک ایک چیز کے بارے میں مجھے یوں لگ رہا تھا کہ مدینہ کی سوسائٹی اگر تب تبدیل ہوئی تھی تو آج بھی کچھ دور نہیں کہ یہ معاشرہ بھی اسی طرح تبدیل ہو جائے۔ اگر ہماری committment ویسی ہو جائے جیسے اللہ کے رسول ﷺ کی تھی۔ آپ ﷺ نے جو جو کیا، جیسے جیسے کیا، اسی طرح یہ نور پھیل رہا ہے تو اس کے حوالے سے میں نے آج اپنے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ strong committment کی ہے کہ میں نے تادم آخر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انشاء اللہ تعالیٰ اسی سلسلے سے جڑے رہنا ہے اور اس مشن کو پھیلانا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور انہی طریقوں سے جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے پھیلایا تھا۔

استاذہ: آج کے دن پہ میں آپ سے یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ

کیا اس شہر کو قرآن کا شہر ہونا چاہیے؟

اور کیا اس ملک کو، اس دھرتی کو قرآن وسنت کا ملک ہونا چاہیے؟

اور کیا اللہ تعالیٰ کی اس زمین کو قرآن وسنت کی زمین ہونا چاہیے؟

صرف خواہش سے بات نہیں بنے گی، اپنا حصہ ڈالنا ہے، اپنی طرف سے کوششیں

کرنی ہیں کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین ہے تو یہ بھی یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگی کے لمحے لمحے کا حساب لینا ہے۔ ہم یہ زندگی کھاتے پیتے، پہنتے اوڑھتے، عیش کرتے ہوئے گزار کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں نجات نہیں ملے گی۔ نجات کے لیے عمل ضروری ہے اور جیسے اقبال نے کہا:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

آج ہم نے انشاء اللہ تعالیٰ یہ commitment کرنی ہے کہ اپنی ذات کے لیے اور اس سوسائٹی کے لیے تاحیات ہم سے جو کچھ ہو سکا، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی میں یہ سب کچھ کرتے رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.